ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

ذوالقعدہ ۱۴۲۲ھ
فروری ۲۰۰۲ء
2

عالمِ اسلام کے لئے لمحۂ فکریہ

دینی مدارس میں سائنسی تعلیم کیوں؟

مسلمان ممالک کی مفاہمت وقت کی اہم ضرورت

میں انسان ہونے پر شرمندہ ہوں

نامانوس بولیاں

یاسر عرفات کا حشر یاد رکھیں!

طوطا چشم امریکہ

حرامی کون؟

اخبار الاحرار

مفکر احرار چودھری افضل حق کی یاد میں یادگار تقریب

مہدی اور مسیح

(کادیانیوں سے تین سوال)

۱) حدیث پاک میں ہے کہ امام مہدی زمین کو عدل و مساوات سے ویسے ہی بھر دیں گے جیسے وہ ظلم و عدوان سے بھری ہوگی۔

اگر مرزا قادیانی دجّال مہدی ہے تو کیا اس کی آمد کے بعد ظلم و جور کم ہوا ہے یا بڑھ گیا ہے؟

۲) مرزا دجّال کہتا ہے کہ ''وہ مسیح ہے'' اور مسیح مہدی کے بعد آئیں گے۔ کیا مہدی آ چکے ہیں کہ اب مسیح آ گیا ہے؟

۳) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے ''کلم'' بھی فرمایا ہے۔ جو بد بخت رفعِ عیسیٰ علیہ السلام کے قائل نہیں وہ پڑھیں۔

اِلَیہِ یَصعَدُ الکَلِمُ الطَّیِّبُ وَ العَمَلُ الصَّالِحُ یَرفَع

ترجمہ: ''اسی کی طرف پاکیزہ کلام چڑھتا ہے اور نیک عمل اس کو اٹھا لیتا ہے''۔ (سورۃ فاطر آیت: ۱۰)

اس آیت کے مصداق حضرت یسوع، مسیح بھی ہیں۔ ان کا صعود الی السماء بدن مع الروح کیوں کر مستبعد ہے، عقل سے بعید کیسے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں روح اللہ اور کلمۃ اللہ بھی فرمایا ہے۔ تو روح اور کلمہ دونوں کا رفع ہو گیا۔ یعنی روح بھی اور بدن بھی، جو روح اللہ بھی ہے اور کلمۃ اللہ بھی۔

☆☆☆

انسان اور عقیدۂ اُلوہیّت

آدمی اپنے علم کے حدود تک ہی بات کر سکتا ہے۔ وہ اپنے علم کے ذریعہ سے جہاں تک دیکھ سکتا ہے، جان سکتا ہے، اسکا فیصلہ اس کے حدودِ علم کو متعین کرتا ہے۔ مگر اللہ کی ذات کے بارے میں ایسا تصور بھی حماقت ہے۔ اللہ کا علم اس کی ذات کی طرح لا محدود ہے، جس میں کمی بیشی کے تمام تصورات غلط ہیں۔

(ملتان، جنوری، ۱۹۹۸ء) محسنِ احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ

(غیر مطبوعہ تحریروں سے اقتباسات)

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

Regd: M. No. 32

جلد ۱۳	شمارہ ۲	قیمت ۱۵

ذوالقعدہ ۱۴۲۲ھ

فروری ۲۰۰۲ء

بیاد
سید الاحرار
حضرت
امیرِ شریعت
سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی، مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی

سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد اسحٰق سلیمی

پروفیسر خالد شبیر احمد

عبداللطیف خالد چیمہ

سید یونس الحسنی

مولانا محمد مغیرہ

محمد عمر فاروق

زرِ تعاون سالانہ

بیرونِ ملک 1000 روپے پاکستانی

اندرونِ ملک 150 روپے

رابطہ: دارِ بنی ہاشم ۰ مہربان کالونی ملتان ☎ 061.511961

تحریک تحفظِ ختمِ نبوۃ ﷺ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل فو پرنٹرز مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم ملتان۔

تشکیل

اداریہ:		مدیر	۳
افکار:	عالم اسلام کیلئے لمحۂ فکریہ	مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۵
//	مسلمان ممالک کی مفاہمت۔ وقت کی اہم ضرورت	مولانا محمد عیسیٰ منصوری	۷
//	نامانوس بولیاں	سید یونس الحسنی	۱۱
//	اللہ نہ کرے	محمد عمر فاروق	۱۵
//	دینی مدارس میں سائنسی تعلیم کیوں؟	مولانا زاہد الراشدی	۱۷
//	نئے تعلیمی سال کے آغاز پر چند باتیں	محمد عابد مسعود ڈوگر	۲۰
//	میں انسان ہونے پر شرمندہ ہوں	جاوید چودھری	۲۳
//	یا سرعرفات کا حشر یاد رکھیں	اسرار احمد کسانہ	۲۵
//	حرامی کون......؟	احمد سرور	۲۸
//	اگر طالبان حق پر تھے تو اللہ کی مدد کیوں نہ آئی؟	نوید احمد	۳۳
//	طوطا چشم امریکہ	سردار اعوان	۳۶
مفکر احرار:	مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ اپنے افکار کے آئینے میں	پروفیسر خالد شبیر احمد	۳۷
قلمی چہرہ:	مولانا ابوالکلام آزادؒ	شورش کاشمیری مرحوم	۴۵
نقد و نظر:	موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی	مولانا محمد مغیرہ	۴۷
دین و دانش:	دنیا کی حیثیت	سیدہ ب۔ بخاری	۵۰
شاعری:	مصافحہ (نثری نظم) (ملک وزیر غازی ایڈووکیٹ) غزل	(پروفیسر خالد شبیر احمد)	۵۲
//	قلعہ جنگی (نظم)	اشرف یوسفی	۵۳
حسن انتقاد:	تبصرہ کتب	ادارہ	۵۴
اخبار الاحرار:	[دفتر احرار لاہور میں مفکر احرار افضل حقؒ کی یاد میں منعقدہ تقریب سے نواب زادہ نصر اللہ خان، سید عطاء المہیمن بخاری اور دیگر رہنماؤں کا خطاب]	ادارہ	۵۷
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	۶۲

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

سقوطِ کابل کے بعد پاکستان میں دینی جماعتوں کے مؤثر کردار کی ضرورت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ دینی قوتیں نصف صدی سے پاکستان کی سیاست میں کسی نہ کسی رنگ میں قوم کی بھرپور رہنمائی کرتی رہی ہیں۔ اجتماعی جدوجہد میں جہاں فوائد حاصل ہوئے وہاں نقصانات بھی اُٹھانا پڑے۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ حالات و واقعات، طریقۂ کار، کام کے انداز اور تقاضے بھی یکسر بدل گئے ہیں۔ سانحۂ افغانستان کے نتیجے میں پاکستان کی لادین اور سیکولر قوتوں کی خاصی حوصلہ افزائی ہوئی ہے، بیرونی اور داخلی مقتدر قوتوں نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا ہے، اور ہلہ شیری دے کر انہیں میدان میں اُتارنے کی تیاریاں مکمل کر لی ہیں۔ سادہ اور سیدھی بات یہ ہے کہ سامراج اور اس کے گماشتوں نے دینی جماعتوں، مدارس اور اداروں کو مکمل طور پر تباہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

موجودہ حکمرانوں نے گزشتہ تین چار مہینوں میں جو فیصلے کیے وہ اچانک یا بلائے ناگہانی کے طور پر ہم پر مسلط نہیں کیے گئے بلکہ وہ تو روزِ اوّل سے ہی ان اہداف کو حاصل کرنے کا عندیہ دیتے رہے ہیں۔ ظلم بے نظیر نے بھی کیا اور نواز شریف نے بھی۔ لیکن جو ظلم اب ہو رہا ہے یہ مکمل منصوبہ بندی اور عالمی سامراج کی ڈکٹیشن کا نتیجہ ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اصلاحِ احوال کے نام پر سب سے پہلے آئین معطل کر کے پی سی او کے تحت اس کی ٹانگیں توڑی گئیں۔ اب خصوصی عدالتیں قائم کر کے جج کے ساتھ فوجی افسر کا تقرر کیا گیا ہے۔ یوں عدلیہ پر شب خون مار کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے ہیں۔ عدلیہ کے وقار کی بحالی کے سلسلے میں محترم چیف جسٹس صاحب نے اپنے بیان میں جس بے بسی کا اظہار فرمایا ہے وہ انتہائی فکر انگیز ہے۔ دینی مدارس روزِ اوّل سے سامراج اور اس کے تنخواہ داروں کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹک رہے تھے اب اُن پر بھی ہاتھ صاف کیا جا رہا ہے۔ مدارس کی خودمختاری ختم کی جا رہی ہے اور نصاب میں من مانی تبدیلیاں لائی جا رہی ہیں۔ قوم کی رہنمائی کرنے والی مسجد سے بلند ہونے والی صدا کو بھی محدود اور بند کیا جا رہا ہے۔ ادھر ملک میں آئندہ مخلوط انتخاب کا طریقہ رائج کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ یہ سارے اقدامات اور فیصلے ماورائے آئین ہیں۔ بظاہر تو ان میں فردِ واحد کی سیکولر سوچ اور فکر کارفرما نظر آتی ہے۔ لیکن درحقیقت فرد کے پیچھے بین الاقوامی استعماری قوتیں متحرک ہیں۔ یہ سامراجی ایجنڈہ اور نیو ورلڈ آرڈر کا حصہ ہے۔

سیاسی حکومت ختم ہوئی تو مخالف سیاسی قوتوں نے چپ سادھ لی بلکہ ختم کرنے والوں سے تعاون اور مفاہمت کا ہاتھ بڑھایا۔ جب اُن پر بَن آئی تو پہلے معزول ہونے والوں نے خاموشی اختیار کی پھر دینی قوتوں کی باری آئی تو تمام سیکولر سیاسی قوتوں نے سکوت اختیار کیا، بعض کونوں کھدروں سے اگر کوئی صدا بلند ہوئی تو وہ بھی مخالفت ہیں۔ غرض تمام ادارے

باری باری تباہ کر دیئے گئے۔قومی انتشار کی یہ بدترین مثال ہے۔اب حکومت نے انتخابات کے وعدہ کو بروقت پورا کرنے کے عزم کا اعادہ کیا ہے۔پھر ایک منظم منصوبہ بندی کے تحت ''کنگز پارٹیاں'' یا ''قینچی پارٹیاں'' ماحول کو ''سازگار'' بنانے اور مطلوبہ انتخابی نتائج یقینی طور پر حاصل کرنے کیلئے ''معاون فضاء'' میں سرگرم عمل ہیں۔ساتھ ہی جنابِ صدرِ مملکت نے آئندہ پانچ سال تک صدر رہنے کے عزم بالجزم کا اظہار بھی فرمادیا ہے۔

اس پس منظر اور پیش منظر میں دینی جماعتوں کو ایک مؤثر کردار ادا کرنا ہے۔دینی قیادت کی شعوری صلاحیتوں اور اخلاص کا کڑا امتحان ہے۔زمینی حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے اور اپنی غلطیوں کا مکمل ادراک رکھتے ہوئے نئے حالات کے تناظر میں اُنہیں دانش مندانہ اور پائیدار فیصلے کرنا ہوں گے۔اس وقت دینی جماعتوں کے دو اتحاد موجود ہیں۔

(1) پاک افغان ڈیفنس کونسل (2) متحدہ مجلس عمل

۳ جنوری کو اسلام آباد میں ہونے والے مرکزی اجلاس میں راقم نے مجلسِ احرار اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے تجویز پیش کی تھی کہ دونوں میں سے ایک اتحاد کو باقی رکھا جائے۔پاک افغان ڈیفنس کونسل اپنا جواز کھو بیٹھی ہے اسے ختم کر دیا جائے اور متحدہ مجلس عمل کو جو جماعتی اتحاد کی بجائے وسعت دی جائے۔گو کہ متحدہ مجلس عمل انتخابی اتحاد ہے مگر جو جماعتیں انتخابی سیاست پر یقین نہیں رکھتیں اُن کے تعاون اور حمایت کو نظر انداز نہ کیا جائے۔تنہا پرواز نے پہلے بھی نقصان پہنچایا ہے اور آئندہ بھی اس طرزِ عمل کا نقصان ہوگا۔لہٰذا آئندہ انتخابات میں دینی جماعتیں اپنے مشترکہ اُمیدوار کھڑے کریں اور انتخابی سیاست سے کنارہ کش جماعتیں باہر رہ کر اُن کی حمایت کریں۔جمعیت علماء پاکستان کے مولانا شاہ احمد نورانی، جمعیت علماء اسلام کے مولانا عبدالغفور حیدری اور تنظیم اسلامی کے ڈاکٹر اسرار احمد نے بھی تقریباً اسی نقطۂ نظر کا اظہار فرمایا تھا۔مولانا شاہ احمد نورانی نے فرمایا کہ پارلیمنٹ کے ذریعے ہم نے جو دستوری تحفظات حاصل کیے ہیں اسے ضائع نہیں ہونے دیں گے۔آپ نے باہر میدان ہموار کیا اور ہم نے اسمبلی کے اندر جنگ لڑی۔

حالات کسی کا انتظار نہیں کرتے۔بہت تیزی سے فیصلے ہو رہے ہیں۔اس لئے دینی قیادت کو سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیے۔اسلام اور وطن کی بقاء کے لئے مضبوط فیصلے کرنے چاہیں۔

1۔آئین کی بحالی اور بقاء سب سے اہم مسئلہ ہے۔اس کے لئے قومی اتفاق رائے پیدا کر کے سب کا تعاون حاصل کیا جائے اور مشترکہ طور پر مؤثر جدوجہد کی جائے۔

2۔دینی جماعتوں کا ایک ہی متحدہ محاذ ہونا چاہیے۔

متحدہ مجلس عمل کو وسعت دی جائے یا پھر پاکستان ڈیفنس کونسل کے عنوان پر سب کو اکٹھا کیا جائے اور افہام وتفہیم پیدا کی جائے۔

3۔دینی مدارس و مساجد کے تحفظ کے لئے مشترکہ حکمت عملی طے کی جائے۔

شجرِ اسلام سے غیر متزلزل وابستگی ہم سب کے تحفظ و بقا کی یقینی ضمانت ہے اور نفاذ اسلام کی جدوجہد تنہا نہیں مل جل کر ہی کرنا ہوگی۔افغانستان اور پاکستان میں اس مقصد عالی کے لئے جو قربانیاں دی گئیں یا دی جا رہی ہیں وہ رائیگاں نہیں جائیں گی۔آپ یقین رکھیں بہار آئے گی، بے اختیار آئے گی۔(ان شاءاللہ)

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

عالم اسلام کیلئے لمحہ فکریہ

عالم اسلام اگر دنیائے انسانیت میں نئی روح اور نئی زندگی پیدا کرنا چاہتا ہے اور دنیا کی موجودہ مادہ پرستی اور شک کو اضطراب پر فتح حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو اپنے اندر نئی ایمانی روح، تازہ یقین اور نیا جوش وخروش پیدا کرنا ہوگا۔

عالم اسلام کو اس مقدس فریضہ کو ادا کرنے کیلئے معنوی تیاری اور اندرونی تبدیلی کی بھی ضرورت ہوگی، ظاہر ہے کہ عالم اسلام خدا ناشناس یورپ کا مقابلہ تمدن وتہذیب کے کھوکھلے مظاہر، مغربی زبانوں کی مہارت اور زندگی کے اس رنگ ڈھنگ کے اختیار کر لینے سے نہیں کرسکتا جس کو قوموں کی ترقی میں کوئی دخل نہیں، وہ اپنا پیغام اس روح اور معنوی طاقت کی مدد ہی سے پہنچا سکتا ہے جس میں یورپ روز بروز دیوالیہ ہوتا جارہا ہے۔ عالم اسلام اپنے مدمقابل پر صرف اسی صورت میں غلبہ حاصل کرسکتا ہے کہ وہ اپنے حریف سے ایمان میں فائق ہو، زندگی کی محبت اس کے دل سے نکل چکی ہو، خواہشات نفسانی کے بند سے آزاد ہو چکا ہو، اس کے افراد شہادت کے حریص ہوں، جنت کا شوق ان کے دل میں چٹکیاں لیتا ہو، دنیا کا فانی مال ومتاع ان کی نگاہ میں وقعت نہ رکھتا ہو، اللہ کے راستے کی تکلیفیں اور مصیبتیں وہ ہنسی خوشی برداشت کرتے ہوں۔ درحقیقت ایک خدا ناشناس منکر آخرت کے مقابلہ میں مومن کا یہی امتیاز ہے اور اسی بناء پر اس سے یہ توقع کی گئی ہے کہ اس میں برداشت کی طاقت زیادہ ہوگی، قرآن مجید میں ہے ''اور مخالف قوم کے تعاقب میں ہمت نہ ہارو، اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو ان کو بھی دکھ پہنچتا ہے جیسے تم کو پہنچتا ہے اور تم اللہ تعالیٰ سے ایسی چیزوں کی امید رکھتے ہو جن کی وہ امید نہیں رکھتے (النساء ۱۰۴)''

واقعہ یہ ہے کہ مومن کی طاقت اور اس کے فتح وغلبہ کا راز یہ ہے کہ اس کو آخرت کا یقین اور اللہ کے اجر وثواب کی امید ہوتی ہے، اگر عالم اسلام کے سامنے بھی تمام تر وہی دنیاوی مقاصد اور مادی منافع ہیں اور وہ بھی محض محسوسات اور مادیات کے طلسم میں گرفتار ہے، تو یورپ کو اپنی مادی طاقت صدیوں کی تیاری اور وسیع ساز وسامان کی بنا پر غلبہ اور اقتدار کا زیادہ حق ہے۔

عالم اسلام پر ایک طویل دور ایسا گزرا ہے کہ اس کو معنوی طاقت کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں تھا اور نہ اس کو اس کی حفاظت کی فکر تھی، نہ وہ اس کو غذا پہنچانے کی طرف متوجہ تھا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے سوتے خشک ہوتے چلے گئے اور تیزی سے اس میں انحطاط واقع ہوا، اسی عرصہ میں عالم اسلام کو مختلف مقامات اور مختلف اوقات میں ایسے معرکے پیش آئے جن میں اس کو ایمان ویقین، صبر وتحمل اور ثبات واستقامت کی ضرورت بشدت محسوس ہوئی اور جوان صفات کے بغیر جیتے نہیں جاسکتے تھے۔ جب اسلامی طاقتوں کو دھکا لگا اور انہوں نے اس معنوی طاقت کا سہارا لینا چاہا جس کی جگہ مسلمانوں کے دل تھے تو ان کو اچانک یہ معلوم ہوا کہ یہ طاقت عرصہ ہوا گم ہو چکی ہے اور دل کی انگیٹھیاں سرد ہو چکی ہیں۔ اس وقت عالم اسلام کو یہ محسوس ہوا کہ یہ اس نے اس روحانی طاقت کی ناقدری کر کے اور اس سے غفلت برت کر اپنے اوپر بڑا ظلم کیا ہے اس وقت اس نے اپنے ذخیرہ کا جائزہ لیا تو اس کو کوئی ایسی چیز نہ مل سکی جو اس خلا کو پر کرسکے۔

آج عالم اسلام کے قائدین ومفکرین اور اس کی جماعتوں اور حکومتوں کیلئے کرنے کا کام یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کا تخم دوبارہ بونے کی کوشش کریں، جذبہ دینی کو پھر متحرک کریں اور پہلی اسلامی دعوت کے اصول وطریق کار کے مطابق مسلمانوں کو ایمان کی دعوت دیں اور اللہ ورسولؐ اور آخرت کے عقیدہ کی پوری طاقت کے ساتھ دوبارہ تبلیغ وتلقین کریں، اس کیلئے وہ سب طریقے استعمال

کریں جو اسلام کے ابتدائی داعیوں نے اختیار کیے تھے، نیز وہ تمام وسائل اور طاقتیں کام میں لائیں جو عصرِ جدید نے پیدا کر دی ہیں قرآن مجید اور رسول ﷺ کی سیرت اب بھی زندگی اور طاقت کا ایسا سرچشمہ ہے جس سے عالم اسلام کی خشک رگوں میں زندگی کا گرم اور تازہ خون پھر دوڑ سکتا ہے، ان کے مطالعہ اور اثر سے اس جاہلی دنیا کے خلاف بغاوت کا جذبہ ابھرتا ہے اور ان کی تاثیر سے ایک اونگھتی سوتی قوم ایک پر جوش، بے چین اور سرگرم عمل قوم بن جاتی ہے، ان کے اثر سے پھر ایک بار ایمان اور نفاق، یقین اور شک وقتی فوائد اور مستحکم عقائد، موقع پرست ذہنیت اور حق پرست ضمیر، عقل مصلحت بین اور عشق مصلحت سوز کے درمیان پھر معرکہ کارزار گرم ہوتا ہے، پھر جسمانی راحت اور قلب کے سکون، تن آسانی کی زندگی اور شہادت کی موت کے درمیان کشمکش پیدا ہوتی ہے۔ وہ مبارک کشمکش جو ہر پیغمبر نے اپنے اپنے وقت میں پیدا کی تھی اور جس کے بغیر حق و باطل کا فیصلہ اور اس دنیا کی اصلاح و انقلاب کا کوئی کام نہیں ہوسکتا، اس وقت عالم اسلام کے گوشہ گوشہ اور مسلمانوں کے ایک ایک گھر اور ایک ایک خاندان میں ایسے صاحب ایمان نوجوان پیدا ہوں گے جن کی تعریف قرآن مجید میں اس طرح کی گئی ہے ''وہ لوگ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اور ترقی کر دی تھی اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے جب کہ وہ (دین میں) پختہ ہو کر کہنے لگے کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم تو اس کو چھوڑ کر کسی معبود کی عبادت نہ کریں گے کیونکہ اس صورت میں ہم نے یقیناً بڑی ہی بے جا بات کہی۔ (الکہف: ۱۳،۱۴)'' اس وقت پھر دنیا میں ایک بار بلال و عمار، خباب وخبیب، صہیب ومصعب بن عمیر، عثمان بن مظعون اور انس بن النضر کے جوش ایمانی اور ایثار و قربانی کے نمونے نگاہوں کے سامنے آئیں گے، جنت کی ہوائیں اور قرنِ اول کے ایمانی جھونکے دوبارہ چلیں گے اور ایک نیا عالم اسلام ظہور میں آئے گا جس سے موجودہ عالم اسلام کو کوئی نسبت نہیں۔ موجودہ عالم اسلام کی بیماری، پریشانی اور بے اطمینانی نہیں بلکہ حد سے بڑھا ہوا اطمینان و سکون، دنیا کی زندگی پر قناعت اور حالات سے مصالحت ہے، آج دنیا کا عالمگیر فساد اور انسانیت کا زوال اور ماحول کی خرابی اس کے اندر کوئی بے چینی پیدا نہیں کرتی، اس کو زندگی کے اس نقشہ میں کوئی چیز غلط اور بے محل نظر نہیں آتی، اس کی نظر اپنے ذاتی مسائل اور مادی فوائد سے آگے نہیں بڑھتی، اس کی موجودہ افسردگی اور مردہ دلی کا سبب صرف یہ ہے کہ اس کا پہلو خلش سے اور اس کا دل تپش سے خالی ہے۔ ؎

طبیبِ عشق نے دیکھا مجھے تو فرمایا ترا مرض ہے فقط آرزو کی بے نیشی

اس لئے ضرورت ہے کہ یہ مبارک کشمکش پھر پیدا کی جائے اور اس امت کا سکون برہم کیا جائے، اس کو اپنی ذات اور اپنے مسائل کی فکر کی بجائے (جو جاہلی قوموں کا شعار ہے) انسانیت کا درد وغم، ہدایت و رحمت کی فکر اور آخرت اور محاسبہ الٰہی کا خطرہ پیدا ہو، اس امت کی خیر خواہی اس میں نہیں ہے کہ اس کیلئے سکون و اطمینان کی دعا کی جائے بلکہ اس میں ہے کہ اس کیلئے درد و اضطراب کی دعا کی جائے اور برملا کہا جائے۔ ؎

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

(''مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر'' سے اقتباس)

مولانا محمد عیسیٰ منصوری (لندن)

مسلمان ممالک کی مفاہمت، وقت کی اہم ضرورت

جب سے اس دھرتی پہ انسان کا وجود ہوا ہے یہاں خیر اور شر کی رزم آرائی و جنگ مسلسل جاری ہے۔ ہر دور میں خیر کا راستہ آسمانی وحی کی اتباع کا اور شر کا راستہ خواہشات و شہوات کے پیچھے دوڑنے کا رہا ہے۔ خُدا کے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ نے آج سے تقریباً چودہ (۱۴) سو سال پہلے دنیا میں خیر کو شر پر غالب کر دیا تھا اور پوری انسانیت کو اس کے خالق کا آخری پیغام پہنچا دیا تھا جو پوری انسانیت کی بقاء و خوشحالی، امن و سلامتی، ہمہ گیر یکجہتی اور ہر نوع کی دنیوی و دینی ترقیات وفلاح کا ضامن تھا۔ اس پیغام کی بنیاد ایک خالق کی عظمت واطاعت اور تمام انسانوں کی مساوات اور حقوق کی ادائیگی پر تھی ربع صدی کے نہایت مختصر اس دور کی معمور دنیا (ایشیا، افریقہ ویورپ) کے بڑے حصہ پر اس آخری پیغام کی حامل قوم غالب وحاوی ہو کر سترھویں صدی عیسوی تک دنیا میں عالمی قوت بن کر فائق وسربلند رہی۔ اس پورے عرصہ میں وہ مخصوص نسل جو اپنے کرتوتوں کے سبب خدا کی بارگاہ سے مردود ہوئی تھی جسے تمام آسمانی کتابوں (تورات بائبل اور قرآن) نے مسلسل جرائم و نافرمانی، خدا اور رسولؑ سے مقابلہ اور خدا کے ہزار ہا پیغمبروں کو ستانے اور قتل کرنے کی وجہ سے ''حزبُ الشیطان'' یعنی شیطان کی پارٹی قرار دیا ہے، جن کی بنیادی خصلت قرآن کی زبان میں حرام خوری (سودخوری) اقوام عالم کے درمیان شر وفتنہ انگیزی اور جاسوسی رہی ہے، جن کو تمام آسمانی کتب نے ملعون و مغضوب علیھم یعنی خدا کی رحمت سے دوری اور خدا کے قہر وغضب کے مستحق ہونے کی مُہر ثبت کر دی۔ ہزار ہا سال سے یہ مخصوص نسل پرست ٹولہ برابر اپنی سازشوں میں مصروف رہا تا کہ پوری انسانیت کو اپنا ہمہ جہتی غلام بنا کر ان پر اپنے خونی پنجے گاڑ دے۔ قرون وسطیٰ میں اس ٹولے کی سازش اور اُکسانے پر ہی صلیبی جنگیں برپا ہوئیں۔ اس ٹولے نے اُنیسویں صدی عیسوی تک مغرب کی مسیحی اقوام کو لیا اور مغرب سے مذہب کو ختم کر کے مغربی اقوام کو نیشنل ازم کے نام پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے انہیں کے مختلف طبقات باہم ٹکرا کر اپنے شکنجہ میں جکڑ لیا۔ مغربی اقوام پر اس طرح تسلط حاصل کر لیا کہ مغرب کے سیاستدان، صنعت کار، تاجر، کاشتکار مزدور، اہلِ قلم، اسکالر اور دانشور سب صیہونی مقاصد کے لئے کام کرنے والے مزدور اور چاکر بن کر رہ گئے۔ پھر مغربی اقوام کے کندھوں پر سوار ہو کر بیسویں صدی میں اقوام عالم کو نظریاتی وفکری اقتصادی معاشی تمدنی معاشرتی طور پر اپنا اسیر بنا لیا اس وقت پوری دنیا کی اقوام مغربی اقوام کے واسطے سے درحقیقت نسل پرست صیہونیوں کے منحوس جال میں پھنس چکی ہیں اور بے بسی کے ساتھ ان کی اطاعت پر مجبور ہیں۔

ملت اسلامیہ، جن کا باہمی تعلق ورشتہ خون کے رشتے سے زیادہ مضبوط تھا جن کے نزدیک رنگ ونسل وطبقاتی فرق و امتیاز کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ گزشتہ صدیوں میں انہیں مغرب نے مختلف نظریاتی وفکری انتشار میں مبتلا کر کے خدا کی آخری وحی

سے دور کر دیا۔ یاد رہے گزشتہ تین صدیوں میں مغرب میں جتنی فکری ونظریاتی تحریکیں اٹھیں وہ سب صیہونی نسل پرستوں کی منصوبہ بندی کے تحت اٹھیں اور مغرب کے اکثر مفکر نسلاً یہودی تھے۔ ان سب کا مشترکہ مقصد آسمانی وحی (مذہب) سے کاٹ کر خواہشات وشہوات کی راہ پر ڈالنا تھا پہلے نیشنل ازم (وطنیت) کے نام پر ملت اسلامیہ کے پچاسوں ٹکڑے کیے پھر ان میں نظریاتی وطبقاتی جنگ تیز کر کے ایک ہی ملک کے مختلف طبقات کو باہم لڑایا اور ہر طبقہ میں اپنے فکری تمدنی وسیاسی غلبہ کے ہمنوا افراد کو مسلط کیا پھر ان کے ذریعہ پورے عالمِ اسلام کو ایک ایسی مردہ لاش میں تبدیل کرایا کہ جس طرح چاہیں یہودی اور اُن کے غلام (مغربی اقوام) نوچ کھسوٹ کریں اور وہ اُف نہ کر سکیں۔ اس شیطانی پارٹی نے پوری منصوبہ بندی کر لی ہے کہ مستقبل میں کبھی مسلمان اور مسیحی ان کی ہمہ گیر غلامی کے چنگل سے نہ نکلنے پائیں۔ خاص طور پر ملت اسلامیہ باہم متحد ومتفق نہ ہونے پائے۔ اس وقت ملت اسلامیہ کیلئے سب سے بڑا چیلنج یہی ''حزبُ الشیطان'' (یہودیوں) کا ہمہ جہتی غلبہ وتسلط ہے جو ملت اسلامیہ کے تمام مسائل ومشکلات ذلت وخواری کی جڑ و بنیاد ہے۔ اگر اب بھی اس شیطانی ٹولے سے بچ نکلنے کی منصوبہ بندی نہ کی گئی تو آنے والی نسلیں ان کی بدترین غلامی کے دلدل میں مزید دھنستی چلی جائیں گی اور دنیا سے خیر اور آسمانی وحی کی برکات معدوم ہو کر مکمل طور پر خواہشات کی شیطانی حکمرانی قائم ہو جائے گی۔ ملت اسلامیہ گزشتہ دو صدیوں میں اپنی ناسمجھی اور بے دانشی کے سبب مغرب کی ذہنی، تمدنی، تعلیمی اور معاشرتی اقتدار کر کے جانکنی کی حالت کو پہنچ گئی۔

اس انسانیت ومذہب دشمن ٹولے نے پوری دنیا کو باکسنگ کا گراؤنڈ بنا کر رکھ دیا ہے جس طرح باکسنگ کے کھیل میں غالب آنے والا باکسر پچھڑ جانے والے باکسر کو دوبارہ اٹھنے نہیں دیتا، جب بھی وہ ہوش میں آنے یا اُٹھنے کی کوشش کرتا ہے تو غالب باکسر اس کے سر پر گھونسہ رسید کر کے دوبارہ سلا دیتا ہے اب ہارنے والے باکسر کی سمجھداری یہ ہے کہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے یا مزید ہڈیاں تڑوانے کی بجائے وقتی طور پر اپنی شکست تسلیم کر کے اگلے راؤنڈ کے لئے تیاری کرے۔ اس وقت دنیا کے گراؤنڈ پر کوئی مسلم ملک اپنے قدموں پر کھڑے ہونے کی کوشش کرے گا اسے اس طرح ٹھکانے لگا دیا جائیگا جیسے شاہ فیصل شہید، جنرل ضیاء الحق، یا ماضی قریب میں صدام حسین اور مہاتیر محمد کا حشر کیا جا چکا ہے۔ اس لئے ملت اسلامیہ کے لئے اپنی تقدیر بدلنے یا دنیا پر غالب شیطانی ٹولے سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ ہے وہ ہے خاموشی وصبر اور حکمت ودانشمندی کے ساتھ طویل جدوجہد، جس کے بنیادی نکات مندرجہ ذیل ہو سکتے ہیں۔

۱۔ مسلم ممالک میں میل جول تبادلۂ خیالات کے ذریعے باہمی مفاہمت ایک دوسرے کو سمجھنے اور ایک دوسرے کے قریب آنے کی طرح ڈالیں۔

۲۔ تمام ممالک اپنی سائنسی، صنعتی، علمی، ٹیکنالوجی پسماندگی دور کرنے کیلئے مل جل کر تعلیمی، ٹیکنالوجی اور سائنسی ادارے اور ریسرچ گاہیں قائم کریں۔

۳۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے اپنے جگر گوشوں اور بہترین صلاحیت رکھنے والے نوجوانوں کو مغربی یونیورسٹیوں اور

اداروں میں اسلام دشمن نظریات معاشرت وکلچر کے حوالے کرنے کی بجائے مسلم ممالک میں اعلیٰ تعلیم سائنسی وٹیکنالوجی ادارے قائم کیے جائیں، ہر مسلم ملک کی ایک شعبہ میں اعلیٰ ترین تعلیم وتربیت کی ذمہ داری قبول کرے، اس میں تمام مسلم ممالک کے علاوہ افریقہ وایشیا کی تیسری دنیا کی پسماندہ اقوام وممالک کو اپنے ساتھ شریک کر کے ان کی بھی کفالت کی جائے۔

۴۔ مسلم ملکوں کو غذائی اجناس میں خود کفیل بنانے کے لئے زراعت پر خصوصی توجہ دی جائے جس طرح اسرائیل نے جدید سائنسی ٹیکنالوجی استعمال کر کے اپنے صحرا کو گلشن بنا کر یورپ کے ممالک کو سبزیوں اور فروٹ سے بھر دیا ہے۔ بہت سے مسلم ممالک کے پاس وسیع زمینیں ہیں مگر وسائل نہیں اور بہت سے مسلم ممالک وسائل سے مالا مال ہیں زراعت میں باہمی تعاون واعانت کے ہر ممکن طریقے اختیار کیے جائیں۔

۵۔ مسلم ممالک زیادہ سے زیادہ باہمی تجارت کو فروغ دیں۔ اس وقت مسلم ملکوں کی نوّے فیصد زیادہ تجارت ان ملکوں کے ساتھ ہے جو اسلام اور ملتِ اسلامیہ کے دشمن ہیں جو چیز کسی مسلم ملک سے مل سکتی ہو اُسے ہر قیمت پر مسلم ملک ہی سے خریدیں۔ تجارت میں مسلم ممالک باہم ترجیحی بنیادوں پر رعایت کریں۔

۶۔ تمام مسلم ممالک مل کر اپنے ڈیفنس اور اسلحہ سازی کے لئے مربوط پروگرام وضع کریں مثلاً ہر مسلم ملک کی ایک چیز میں اعلیٰ سے اعلیٰ فنی مہارت حاصل کرنے اور اس کی صنعت ڈالنے پر پوری توجہ منعطف کرے۔ کوئی مسلم ملک ٹینک سازی، کوئی توپ سازی، کوئی لڑاکا طیاروں کی تیاری، کوئی میزائل سازی، کوئی خلائی سیاروں کی تیاری کوئی نیوی اور میزائل بردار کشتیوں کی تیاری اور کوئی بڑا اسلحہ اور کوئی چھوٹا اسلحہ سازی کی فنی مہارت حاصل کرنے اور صنعت ڈالنے پر اپنی توانائی صرف کرے۔ یہ اسلحہ سازی اور فنی مہارت کا حصول نہ صرف ۶۴ ممالک کے لئے ہو بلکہ افریقہ وایشیا کے پس ماندہ ملکوں اور قوموں کو سہارا دیکر انہیں مغرب کے ظالم شکنجہ سے نکلنے میں مدد دی جائے۔

۷۔ آج کا دور ذرائع ابلاغ کا دور ہے۔ روس کو شکست امریکی اسلحہ نے نہیں بلکہ سیٹلائٹ نے دی ہے جدید کمیونی کیشن ورابطہ کے لئے کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور سٹلائٹ کی اعلیٰ فنی تعلیم ان چیزوں کی تیاری میں مل جل کر منصوبہ بندی کی جائے۔ مسلم ممالک میں نہ ٹیلنٹ کی کمی ہے نہ وسائل کی۔

۸۔ دنیا میں معدنیات، پٹرول، سونا، ربڑ، پیتل، تانبہ، لوہا حتیٰ کہ یورینیم کے ستر فیصد سے زیادہ ذخائر عالم اسلام کے پاس ہیں۔ دنیا کی ترقی یافتہ اقوام ہم سے کچا مال کوڑیوں کے دام خرید کر پھر انہیں سونے کے دام کر کے لوٹاتی رہی ہیں، معدنیات کے نکالنے اور ان کی تیاری کا انتظام اپنے ہی ملکوں میں ہونا چاہیے۔

۹۔ مسلم دنیا کے مختلف طبقات، سائنسدان، جدید علوم وٹیکنالوجی کے ماہرین، اسکالر صحافی ودانشور، صنعتکار وسیاستدان مذہبی علماء ومفکرین کے میل جول وتبادلۂ خیالات کے لئے زیادہ سے زیادہ مجالس کانفرنس، سیمینار اور پروگرام رکھے جائیں تاکہ ملت اسلامیہ کے مختلف طبقات باہمی علمی وفکری استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ دلی طور پر ایک دوسرے کے قریب آسکیں۔

۱۰۔ یہود اوران کے آلہ کار مغرب کے اسلام دشمن ممالک کی فکری یلغار، الحادی فلسفوں تزویراتی حربوں اور سازشوں کے توڑ کے

لئے دنیوی اور دینی علوم کے ماہرین پر مشتمل ہر مسلم ملک میں کمیٹی قائم کی جائے اور سال میں کم از کم دو مرتبہ مسلم ممالک کے علماء و مفکرین اور دانشوروں کو اعدائے اسلام کی علمی و فکری یلغار و سازشوں پر غور و خوض کے لئے مجتمع کیا جائے۔

۱۱۔ ہر مسلم ملک میں جدید ترین ذرائع ابلاغ کے ذریعہ دشمن کی طرف سے آنے والے گمراہ کن علمی و فکری سیلابوں نشریاتی اداروں، پرنٹ و الیکٹرونک میڈیا اور ان کے نام نہاد دانشوروں، اسکالرز پر کڑی نظر رکھی جائے۔ ان کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں اور زہریلے افکار و کلچر کا موثر جواب فراہم کیا جائے۔

۱۲۔ نئی نسل کو ذہنی و فکری گمراہیوں، بے راہ روی، خواہشات و شہوت پرستی اور تخریبی امور سے بچانے کے لئے اسلام کی بنیادی، اعلیٰ، آفاقی و تعمیری تعلیمات سے واقفیت کیلئے عصری درسگاہوں میں ابتداء ہی سے انتظامات کیے جائیں تا کہ نئی نسل بے راہ رو نہ ہونے پائے اور اسلام دشمن تحریکیں اور عناصر انہیں شکار نہ کر سکیں۔

۱۳۔ قرآن اور اسلام نے پوری انسانیت کی بہبود و بھلائی اور دنیا و آخرت کی فلاح کے لئے جو تعلیمات، پیغام، ہدایات اور پروگرام دیا ہے جدید ترین ذرائع ابلاغ کے ذریعہ انہیں دنیا کے ہر انسان تک پہنچانے کی سعی کی جائے۔

۱۴۔ دشمنان اسلام کا اصل ہتھیار اور طاقت لذت و شہوت پرستی و بے حیائی کی گندی معاشرت فیشن و تعیش پسندی کا مغربی کلچر ہے جو خدا فراموش اور آخرت سے غفلت کا کلچر ہے اس کے مقابلہ کے لئے ملت اسلامیہ کے ہر فرد کو سادگی، جفاکشی، کی مجاہدانہ زندگی کا عادی بنایا جائے۔

یہ سارے کام نہایت خاموشی و استقامت سے ''جسے آج کل کی اصطلاح میں ''ڈپلومیسی ٹریک ٹو'' کہا جاتا ہے، کیے جائیں۔ جس طریقہ کار کو اپنا کر امریکہ، فلسطین و کشمیر کے مسئلہ پر اپنے ناپاک مقصد کی طرف آگے بڑھ رہا ہے نہ کبھی اس امور پر بیانات و اعلانات ہوں، نہ پریس و میڈیا میں کوئی چیز آنے پائے۔ بظاہر دشمنان اسلام یہود و امریکہ ہی کی پالیسی پر گامزن دکھائی دیں اور بظاہر آپس میں اسی طرح دوری و بیزاری اور یہود و نصاریٰ سے قربت وارزداری کی روش قائم رکھی جائے اور مسلم ممالک آپس میں روٹھے ہوئے اور لڑتے بھڑتے نظر آئیں، طویل عرصہ تک خاموش و صبر آزما طرز پر جدوجہد کرنا ہوگی، دشمن کو اس کی خبر اس وقت ہو جب کم از کم اتنا کام اور اتنی پیش رفت ہو چکی ہو کہ وہ اسے تباہ نہ کر سکے۔ اس حقیقت پر کڑی نظر رکھنا ہوگی کہ ہر مسلم ملک میں این جی اوز کے نام سے دشمنانِ اسلام و یہودی، امریکہ و یورپ کے بیشمار افراد و تنظیمیں کام کر رہی ہیں جو فلاحی کاموں اور رفاہِ عامہ و خدمت خلق کے کاموں کے پردے میں درحقیقت مغربی آقاؤں کے ایجنٹ و جاسوس اور ان کے ناپاک مقاصد کے لئے کوشاں ہیں۔ اس ناسور کنبہ پر کڑی نظر رکھی جائے۔ تمام مسلم ممالک اور ان کے سربراہوں کو یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ یہود و نصاریٰ اور کافر کبھی کسی مسلمان کے دوست و خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ اس پر پوری تاریخ شاہد ہے۔ اس وقت بھی فلسطین، بوسنیا، چیچنیا اور کشمیر میں پورا عالمِ کفر مسلمانوں کے مقابلہ پر جس طرح ملتِ واحدہ بنا ہوا ہے یہ منظر حقائق سمجھانے کیلئے بہت کافی ہے۔

سید یونس الحسنی

نامانوس بولیاں

گزشتہ دنوں ڈیموکریٹک لائیرز فرنٹ کے زیر اہتمام ایک سیمینار ہوا "پاک بھارت صورت حال" موضوع بحث تھا۔ بزرگ سیاستدان نوابزادہ نصر اللہ خاں کی موجودگی میں پاک فضائیہ کے سابق سربراہ ظفر چودھری اور مشہور لبرل خاتون عاصمہ جہانگیر نے عجیب وغریب اور خاصی طرز ا باتیں کیں۔ اخباری خبروں کی تلخیص قابلِ توجہ ہے۔

"سابق ائیر مارشل ظفر چودھری نے کہا کیا یہ ہمارا قومی فرض ہے کہ دوسرے ملکوں میں مذہبی رضا کار بھیج کر مداخلت کریں۔ ملک میں مسلح تنظیمیں بنانے کا کیا جواز ہے؟ بتایا جائے کہ روس کے خلاف ہم نے افغانستان میں مذہبی رضا کار کیوں بھیجے؟ آج افغانستان میں امریکہ نے اگر زیادتی کی ہے تو طالبان نے بھی ضرورت سے زیادہ حماقت کر کے اپنا ملک تباہ کر دیا۔ عین ممکن ہے بھارتی پارلیمنٹ پر حملہ بھی شاید ہمارے لوگوں نے کیا ہو، امریکہ اسلام کے خلاف ہوتا تو بوسنیا کی مسلمانوں کی مدد کیوں کرتا؟" ان کی اس تقریر پر تقریب میں شدید ہنگامہ آرائی ہوئی۔ سٹیج سیکرٹری اور دیگر وکلا تقریب کا بائیکاٹ کر گئے۔ ظفر چودھری نے کہا "میں محبِ وطن ہوں اور بھارت کے خلاف جنگ لڑ چکا ہوں۔" وکلا نے انہیں بھارتی ایجنٹ قرار دیتے ہوئے کہا "جیسے آپ کے خیالات ہیں ایسے ہی آپ نے جنگ لڑی ہو گی۔" عاصمہ جہانگیر اس موقع پر مشتعل ہو کر بائیکاٹ کرنے والوں کو جلی کٹی سناتی رہیں۔ کچھ لوگوں نے ان خیالات کے اظہار کو ظفر چودھری کا جمہوری حق قرار دیا۔"

(روزنامہ "پاکستان"، "خبریں" ۵ جنوری ۲۰۰۲ء)

اس گفتگو کا گہری نگاہ سے جائزہ لیا جائے تو چند اہم نکات افق ذہن پر نمودار ہو کر راسخ العقیدہ مسلمانوں اور محبِ وطن لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ فراہم کرتے ہیں:۔

☆۔ مذہبی تنظیمیں بنانے اور مسلمانوں کی نصرت کے لئے دوسرے ممالک میں رضا کار بھیجنا غلط ہے۔

☆۔ روس کی افواج قاہرہ کے مقابل افغانوں کی مدد نہیں کرنا چاہیے تھی۔

☆۔ امریکہ نے زیادتی نہیں کی بلکہ طالبان نے حماقتوں سے ملکی تباہی مول لی۔

☆۔ امریکہ اسلام کا دشمن نہیں کیونکہ اُس نے بوسینا میں مسلمانوں کی بھرپور مدد کی۔

☆۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی اور بھارتی پارلیمنٹ پر حملے ہمارے انتہاپسندوں نے کئے۔

☆۔ صاحبِ تقریر محبِ وطن ہیں اور بھارت کے خلاف جنگ لڑ چکے ہیں۔

یادش بخیر! ۱۹۷۰ء کے عشرے میں پاکستانی مسلح افواج میں کئی ایک ہائی لیول افسران قادیانی فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ انہی کی

در پردہ سازشوں کا شاخسانہ تھا کہ وطن عزیز دولخت ہوگیا اور مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔ مغربی سرحدوں پر بھی اسی گروہ دشمناں کے جرنیلوں نے کئی علاقے بغیر لڑے پلیٹ میں رکھ کر بھارت کے حوالے کر دیئے تھے۔ صمدانی رپورٹ اس کی گواہ ہے۔ مرحوم بھٹو کے عہد اقتدار میں ظفر چودھری کچھ عرصہ پاک فضائیہ کے کمانڈر رہے اور اس کے شفاف چہرے پر انتہائی بدنما داغ لگا گئے موصوف سکہ بند کادیانی ہیں۔ اسلام کے نام پر وجود پذیر اس ملک کی تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا کہ سرگودھا ایربیس سے اڑان بھرنے والے لڑاکا طیاروں نے ربوہ (چناب نگر) کے سالانہ جشن ارتداد میں مرزا غلام قادیانی کے پوتے آنجہانی مرزا ناصر کو سلامی دی۔ یہی ائیر چیف اس فضائی سیلوٹ کی قیادت کر رہے تھے۔ وہ اسی سنگین قانون شکنی کے جرم میں ساتھیوں سمیت فضائیہ سے سبکدوش کر دیئے گئے اور آج کل مخصوص تقاریب میں دل کا بوجھ ہلکا کر کے دانشور بننے کی کوشش میں ہیں۔ اُن کے اس اضطراب اور مذہبی جماعتوں پر دھواں دھار تنقید کے پس پردہ کچھ اسباب و علل بھی ہیں۔ جن کا رواں صورت حال میں غیر جانبدار تجزیہ از بس ضروری ہے۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے آنجناب مرزا غلام کادیانی کے متشدد پیروکار اور ان کی جماعت کے پکے رضا کار ہیں اس لئے ان کے تراشیدہ مذہب کا پس منظر تہہ منظر اور پیش منظر اجمالاً زیر بحث لانا ہوگا تا کہ ان منچلوں کے اعمال، عادات اور خصائل کی علت غایہ آسانی سے سمجھ آ جائے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ ہر شخص اپنے مذہبی پیشوا کا متبع ہوتا اور اس کے عطا کردہ معتقدات اور عائد کردہ فرائض کی تکمیل کیلئے جاں تک لڑا دیتا ہے۔ بالکل یہی معاملہ مرزائیوں کا ہے۔ وہ بانی سلسلہ مرزا غلام کادیانی کو نبی اور مسیح موعود مانتے ہیں جبکہ ان کے بیٹے بشیر الدین محمود کو خلیفۃ المسیح الثانی قرار دے کر واجب الاطاعت گردانتے ہیں۔ آیئے! ان باپ بیٹے کے اپنے ماننے والوں کو دیئے گئے احکامات پر ایک اُچٹتی سی نگاہ ڈالیں تا کہ بات آگے بڑھ سکے۔

بانی سلسلہ نے لکھا۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال — دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آ گیا مسیح جو دیں کا امام ہے — دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

(حوالے کے لئے کتاب درثمین اردو مصنفہ مرزا غلام کادیانی شائع کردہ دار التجلید اردو بازار لاہور ص ۷۴ نظم ''دینی جہاد کی ممانعت کا فتویٰ مسیح موعود کی طرف سے''، منقول از ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۶ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

ایک اور جگہ تحریر کیا۔ ''دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔'' (حوالے کے لئے کتاب ''اسلام اور جہاد'' از قلم بانی سلسلہ احمدیہ ایڈیشن سوم مارچ ۱۹۵۴ء مطبوعہ لاہور آرٹ پریس باہتمام الشرکۃ الاسلامیہ بکڈپو تالیف و تصنیف لاہور ص ۱۶)

اپنے مذہبی پیشوا کے ان ''فرمودات'' سے ایر مارشل مذکورہ کو سرتابی کی مجال نہیں۔ بحالات موجودہ حرمتِ جہاد کی بات کھل کر کہنے کا وہ حوصلہ نہیں رکھتے البتہ مختلف مواقع پر بھڑاس نکالتے ہیں۔ ان کی گفتگو کا لب لباب مذہبی رضا کاروں اور جہادی تنظیموں کی تحقیر اور استہزا ہوتا ہے۔ مصیبت زدہ مسلمانوں کی معاونت یا محافظت کا کوئی سا اقدام انکے نزدیک نامناسب ہی نہیں بالکل غلط

ہوتا ہے۔ اسی مجہول فلسفے کے تحت وہ روس کے خلاف جنگ میں افغانوں کے ہمقدم پاکستانیوں کی پرزور مذمت کرتے ہیں۔ مغلوب الغضب ہونے کے باعث وہ اپنے مذہبی مسلح تنظیموں اطفال الاحمدیہ، انصار الاحمدیہ اور فرقان بٹالین (سابقہ) کو یکسر نظر انداز کر جاتے ہیں۔ ان کا یہ رویہ کسی بھی کلیے قاعدے کے تحت قرینِ انصاف نہیں۔ ۱۹۷۴ء میں انہی گروہوں نے ربوہ (چناب نگر) ریلوے سٹیشن پر مسلمان طلبہ پر وحشت ناک تشدد کی انتہا کر دی تھی۔ بقول کسے

"مجھے یاد ہے وہ ذرا ذرا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو"

ان کا استدلال دیدنی ہے وہ طالبان کو احمق کہتے ہوئے امریکہ کو اسلام کا بہی خواہ قرار دیتے ہیں کہ اس نے بوسنیا میں مسلمانوں کی بہت مدد کی تھی۔ دروغ گوئی، بے خبری یا غفلت شعاری کی یہ بدترین مثال ہے۔ امریکہ نے یو این او کی چھتری کی اوٹ سے بوسنیائی مسلموں کو جس بیدردی سے شکار کیا ساری دنیا پر عیاں ہے۔ سرب جارحیت کچلنے کے نام پر پوری بارودی طاقت بیچارے مسلمانوں کو تہ تیغ کرنے میں صرف کی گئی جس کے نتیجے میں جابجا دریافت شدہ اجتماعی قبور سربوں کی بجائے مسلمانوں کی ہیں۔ ظفر چودھری کی منطق تسلیم کر لی جائے تو کہنا پڑے گا کہ

☆۔ فلسطینی احمق الناس ہیں جو اپنی سرزمین پر تباہی پھیلا رہے ہیں، اسرائیل نے زیادتی نہیں کی۔

☆۔ چیچن مسلمان انتہائی نامعقول ہیں کہ وطن برباد کر رہے ہیں، روس بے قصور ہے۔

☆ اسلامیانِ کشمیر اپنی حماقتوں کی سزا بھگت رہے ہیں، بھارت تو کوئی ظلم نہیں کر رہا۔

☆۔ امریکہ اگر افغانستان کی معدنیات پر قبضہ کرنے آدھمکا ہے تو کوئی تجاوز نہیں کیا۔ افغان اپنی بدتمیزیوں کے وبال کا نخچیر ہیں کہ اُنہوں نے اس دور میں نفاذ اسلام کا ناقابل معافی جرم کر کے تہذیب نو سے بغاوت کی تھی۔

عقل سلیم اب سوچ پر ہرگز صاد نہیں کر سکتی البتہ قادیانی مذہباً اسی فکر کے علمبردار ہیں۔ مندرجہ صدر نکات جہاد بالسیف سے متعلق ہیں، انہیں ہضم نہیں ہو سکتے۔ نام نہاد دانشورانِ دل خوش کن کیفیات کو حماقتوں سے تعبیر کر کے اپنے اندر کی سیاہی کو مزید گہرا کرتے جا رہے ہیں۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اسلامیان پاکستان نے دینی جماعتوں کی قیادت میں زبردست تحریکیں برپا کر کے مرزائیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم قرار دلایا تو انہوں نے امریکہ اور برطانیہ کو ملجاء ماویٰ بنا لیا۔ یوں بھی متنبّی قادیاں نے ملکہ وکٹوریہ کو لکھا تھا "احمدیت آپ کا خود کاشتہ پودا ہے اس کی آبیاری آپ کا فرض ہے"۔ چنانچہ ہر دو حکومتیں صیہونیوں کے ساتھ ساتھ اس گروہ غارت گراں کی بھی ہر طرح ناز برداری کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان ملکوں کے ہمالیہ جیسے مظالم بھی عجمی اسرائیلیوں کو عین اسلام لگتے ہیں۔ مثل مشہور ہے "ساون کے اندھے کو ہر طرف ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے" استعماری بزرجمہروں نے آقایان ولی نعمت کے اشارے پر مذہبی تنظیموں کے خلاف انتہا پسندی کا بے پناہ پراپیگنڈہ شروع کر دیا۔ پاکستان میں اپنے اکاذیب مظالم کی فرضی داستان طرازی سے اہل مغرب کو متاثر کر کے پاک حکمرانوں پر دباؤ ڈلوایا کہ دینی اداروں پر کریک ڈاؤن کریں۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ جہاد کے چشمے یہیں سے ابلتے ہیں۔ شومئی قسمت ہمارے اقتداریوں نے افغان صورت حال کی آڑ میں نامانوس

بولیاں بولنا شروع کر دی ہیں۔عالمی دہشت گردوں کی ہمنوائی میں مجاہدین اسلام کو بنیاد پرست،انتہا پسند اور دہشت کہہ کر مصلوب کرنے کیلئے آرڈی نینس لایا گیا ہے۔سامراجی بروز بغلیں بجا رہا ہے۔سابق ائیر مارشل نے دو قدم آگے بڑھ کر ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور بھارتی پارلیمنٹ پر حملوں کی ذمہ داری بڑی چابکدستی سے انہی انتہا پسند پاکستانیوں پر ڈال کر اپنی حب الوطنی کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا۔انہوں نے بھارت کے خلاف جنگ آزما ہونے کا ذکر بھی کیا۔راقم کو ان کے خلیفۃ المسیح ثانی کا الہامی خطبہ یاد آ رہا ہے جو انہوں نے چوہدری اعجاز نصر اللہ بن چودھری اسد اللہ کی تقریب نکاح میں دیا تھا۔اسے منیر احمد ونیس احمدی نے مرتب کیا اور کادیانی اخبار ''الفضل'' مورخہ ۱۵ راپریل ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا۔تقریر کے الفاظ مرزائیوں کی حب الوطنی کے ڈھول کا پول خود ہی کھول رہے ہیں۔ملاحظہ فرمائیے:

''اللہ چاہتا ہے کہ ساری قومیں متحد ہوں تا کہ احمدیت اس وسیع بیس پر ترقی کر لے۔چنانچہ اس رویاء میں اسی طرف اشارہ ہے۔ممکن ہے عارضی طور افتراق ہو اور کچھ وقت کیلئے دونوں قومیں (ہندو مسلم) جدا جدا ہیں۔مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ جلد دور ہو جائے۔بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں''۔

غور کیجئے!ایک ایک لفظ وطن عزیز کے خلاف تنفرتوں کی آتشِ سوزاں ہے۔اس جماعت کا ہر پیر و جواں عقرب جرارہ ہے۔ان کا الہامی عقیدہ ہے کہ خاکم بدہن پاکستان کا وجود عارضی ہے۔اس کا اظہار یوں بھی ہوا کہ چناب نگر(ربوہ) کے گورستان میں مدت العمر ایک بورڈ لگا رہا جس کی عبارت کا ملخص یہ ہے کہ یہاں لوگوں کو امانتاً دفن کیا جا رہا ہے،انہیں اکھنڈتا کے وقت کادیان لے جایا جائے گا۔مسٹر ظفر چودھری بھی اپنے خلیفہ کے احکامات پر ایمان رکھتے ہیں۔بھارت کے خلاف جنگ وہ بھی انہوں نے بلاشبہ اسی طریقے سے لڑی جو ان کے پیشوا کا وضع کردہ اور پسندیدہ ہے نیز ں کے وہ خود مذہباً پابند تھے اور ہیں۔یہ وطن عزیز سے ان کی نام نہاد محبت کا ڈھونگ جس پر اتراتے پھرتے ہیں۔

''خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہیئے''

مسٹر چودھری کی تقریر کے خلاف محبِ وطن،غیرت مند وکلاء کے احتجاج پر نام نہاد حقوق نسواں کی پرچم بردار معروف اباحیت پسند خاتون عاصمہ جہانگیر مشتعل ہو کر بہت بہکی بہکی باتیں کرتی رہیں۔ظفر صاحب کی ہم مذہب یہ خاتون خلیفہ ربوہ آنجہانی کے مذکورہ صدر خطبہ اور عائد کردہ فرض کے مطابق کئی بار پاک بھارت سرحدوں کو مسترد کر چکی ہے۔یہ بڑی تعجب خیز بات ہے کہ اس کے خلاف وسیع تر ردعمل نہیں ہوا۔مسز جہانگیر کی معیت میں مسٹر ظفر چودھری کو اپنی امید کی رادھا تو ناچتی نظر آئی لیکن وہ اندازہ نہ کر سکے آنگن انتہائی ٹیڑھا ہے۔اتفاق کی بجائے اختلاف کی خلیج کا پاٹ اور بڑھ گیا ہے جو ایسے طرز تکلم سے کبھی ختم نہیں ہو سکے گا۔یاد رکھیئے!مسٹر ائیر مارشل آپ۔نے دفاع وطن کی جنگ لڑی تھی۔مگر بالکل اسی پیٹرن پر لڑی،جس پیٹرن پر آنجہانی سر ظفر چودھری نے باؤنڈری کمیشن میں قیام پاکستان کی جنگ لڑی تھی۔ان کی تخلیق ''تحدیث نعمت'' ایسے انکشافات سے بھری پڑی ہے،اسے پڑھیئے اور عبرت پکڑیئے۔

محمد عمر فاروق

اللہ نہ کرے ...... !

اکیسویں صدی کا پہلا سال اختتام پذیر ہو چکا۔ یہ سال بھی اپنی ہنگامہ خیزیوں اور حشر سامانیوں میں پچھلے برسوں سے کم نہ تھا۔ سائنس آسمان کی وسعتوں کی تسخیر کے ہوشربا کارنامے انجام دیتی رہی۔ مگر زمین پر رہنے والوں کی مشکلات اور تکلیفوں کو سکون واطمینان میں بدل دینے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ جمہوریت، کمیونزم، سوشلزم اور کیپٹل ازم کے دعویدار اپنے اپنے ملکوں کے عوام کو عوامی حقوق کے نام پر لوٹتے رہے اور غیر فطری مذاہب اور لادینیت کے علمبردار کبھی خدا کے نام پر اور کبھی سیکولرازم کے نعروں سے انسانیت کو ورغلاتے رہے اور اپنے مفادات سمیٹتے رہے۔ دنیا کو گلوبل ویلج قرار دینے والے ''مہذب'' نیو ورلڈ آرڈر کی تکمیل کیلئے کوشاں رہے اور اپنے مقاصد کے حصول کیلئے انہوں نے انسانیت کی روح کو چھلنی اور اس کے وجود کو لہولہان کر ڈالا۔ اور اب جدیدیت کے یہ نام لیوا انسانیت کو پامال کر چکنے کے بعد اس کے زخم زخم وجود پر اپنی فتح کا جھنڈا گاڑنے کے درپے ہیں۔ لیکن جن خاک نشیں طالبان نے اللہ کی دھرتی کو عدل وانصاف، امن، سکون اور عافیت بخشی وہ ''روشن خیال'' امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے نزدیک دہشت گرد، انتہا پسند، بنیاد پرست، تاریک خیال، دقیانوس اور کٹھ ملا گردانے گئے اور نتیجہ کار خاک وخون میں نہلا دیئے گئے۔

طالبان کی پسپائی کے بعد افغانستان کی سرزمین پر جس طرح خواتین کی عزتیں برباد کی گئیں، پردے کا مذاق اڑایا گیا، داڑھی کی توہین کی گئی اور اسلامی قوانین اور شعار کی تضحیک ہوئی۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ مقصد طالبان کا خاتمہ نہ تھا بلکہ اسی دین فطرت کی راہ روکنا تھا، جسے عالم کفر اپنے لئے موت سمجھتا ہے اور جس کی بناء پر جان بوجھ کر اسلام اور عیسائیت کو دو تہذیبوں کا ٹکراؤ اور جنگ کہا جا رہا ہے۔ صدر جارج بش بھی حالیہ جنگ کو ''صلیبی جنگ'' کہہ چکے ہیں۔ سابقہ صلیبی جنگوں کی طرح اس جنگ میں بھی تمام مسلمان حکمران صلیبیوں کے ہمنوا رہے اور اس معرکے میں صلاح الدین ایوبی کا کردار تنہا ملا محمد عمر کے حصے میں آیا۔ طالبان کی پسپائی پر ہر طرح کے تبصرے اور تجزیے کیے جا رہے ہیں۔ طالبان کو رگیدنے والوں کو تو سنہری موقع ہاتھ آیا ہے لیکن طالبان کی یہ جواں مردی اور دلاوری ہی کیا کم ہے کہ انہوں نے عالمی سامراجی قوتوں کے سامنے سینہ سپر ہو کر دنیا بھر کی مظلوم قوموں کے حوصلے جوان کر دیئے۔ طالبان نے ظلم کے آگے ڈٹ جانے کی وہ عظیم روایت قائم کی جو ہمیشہ حریت پسندوں کیلئے چراغ راہ کا کام دے گی۔ ان کی حمیت و بہادری اور استقامت نے عالم اسلام کے نوجوانوں کو استعماریت کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا جذبہ بخشا کہ امریکہ کو ہر مسلمان پر ''طالبان'' کا گمان کیوں ہوتا ہے؟ وہ جانتا ہے کہ اگر ملا محمد عمر اور اسامہ بن لادن شہید بھی کر دیئے جائیں تو طاغوت کے خلاف جاری یہ تحریک کبھی ختم نہیں ہوگی۔ طالبان ایک نظریاتی وجود اور ایک تہذیب کی علامت تھے، وہ نظریہ اور تہذیب جیسے نظریے قیامت تک باقی رہنا ہے۔ اور جب تک ایک مسلمان بھی کرہ ارض پر موجود ہے، یہ عالمگیر نظریہ (اسلام) کبھی مٹ نہیں سکتا۔ چاہے عالم کفر کتنی ہی بڑی ''سپر پاور'' کی شکل میں مقابل آ جائے۔ اسلام تو وہ

ناقابلِ تسخیر قوت ہے کہ جس کے آگے روم وفارس جیسی ایمپائرز بھی سرنگوں ہونے پر مجبور ہوگئی تھیں۔ عہد موجود میں سوویت یونین اسلام کے آگے نہ ٹھہر سکی اور اب وقت کی دوسری فرعونی طاقت امریکہ کی بنیادیں بھی ہلنا شروع ہو چکی ہیں۔ یہ وقت امتِ رسول کی بیداری و یک جائی کا متقاضی ہے، جو ابتلاء آزمائش کی گھڑی مسلمانوں پر اب آئی ہے، شاید ہی کبھی آئی ہو۔ تمام کفریہ طاقتیں ایک ہو کر اسلام اور مسلمانوں کی بربادی کا تہیہ کر کے صف آراء ہو چکی ہیں اور ہماری بدنصیبی اور شامتِ اعمال سے تمام مسلمان حکمران کفر سے مرعوب ہو کر اس کے نہ صرف ہم خیال بلکہ دست و بازو بن چکے ہیں۔ انہی تیرہ بخت مسلم حکمرانوں ہی کے تعاون سے صدیوں بعد قائم ہونے والی اسلامی ریاست افغانستان ملیا میٹ کر دی گئی اور اب یہود و نصاریٰ ایک ایک کر کے تمام مسلمان مملکتوں سے اسلام اور مسلمان کو دیس نکالا دینے کیلئے پابہ رکاب ہیں۔ اے کاش! ہمارے یہ کلمہ گو حکمران دشمن کی ان بین الاقوامی مسلم کش سازشوں کا ادراک کر سکتے اور ان عالمی غنڈوں کو منہ توڑ جواب دینے کی جرأت ایمانی سے بہرہ ور ہوتے تو یقین جانیے کہ کفر کے یہ فرزندانِ ناہموار چیچنیا، کشمیر، بوسنیا، فلسطین اور افغانستان میں مسلمانوں کے لہو سے ہولی نہ کھیل سکتے۔ لیکن بصیرت اور شعور کی محرومی نے ان اقتداریوں کو بے روح جسموں کی مانند کر ڈالا ہے اور وہ محض موم کی ناک بن کر رہ گئے ہیں کہ جب اور جیسا ان کے سرپرست و آقا چاہتے ہیں، یہ اسی صورت سے مڑتے اور ڈھلتے جاتے ہیں اور امتِ رسول کو وحشیوں اور خونخواروں کے آگے ڈال کر اپنے اقتدار کا عرصہ چند مہینوں اور سالوں کیلئے بڑھوا لیتے ہیں۔ انہیں اس سے کیا غرض کہ ان کے اعمالِ بد سے اسلام پر کوئی حرف آتا ہے یا مسلمان سامراجی قوتوں کا نوالہ بنتے ہیں۔ وقتی اور ذاتی مسرتوں کی خاطر قوم کو غیروں کی غلامی میں جھونک دینے والے شاہانِ وقت اس حقیقت سے آنکھیں پھیر لیتے ہیں کہ قوم غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دی جائے تو اس کے حکمران بھی کٹھ پتلیوں سے زیادہ اہمیت نہیں پاتے اور جب ان کے بازیگروں کا دل ان سے بھر جاتا ہے تو وہ تفریحِ طبع کیلئے نئے کھلونے لے آتے ہیں۔ اب جبکہ ہندو بنیا، امریکہ اور اس کے حلیف ممالک کی شہہ پر پاکستان کو آگ اور بارود کا میدان بنانا چاہتا ہے، اب بھی مسلم رہنماؤں نے ہوش کے ناخن نہ لیے تو انہیں بربادیوں کی منزلوں کی آخری سیڑھی پر قدم رکھنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ وہ تو طالبان تھے، صاحب ایمان اور سخت جان! جنہوں نے استعمار کو للکارا اور دو ماہ تک امریکہ کی جدید ٹیکنالوجی، اسلحے، آرمی اور بمباری کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اور عالم اسلام کو بار بار دھائی دی کہ امریکہ اور اس کے اتحادی، طالبان اور اسامہ کا خاتمہ کرنے نہیں، اسلام کے وجود کو مٹانے کا ارادہ لے کر آئے ہیں۔ وقت ان کی سچائی کو ثابت کر چکا ہے اور اب بھارت کی واشگاف دھمکیاں اور پچانوے فیصد فوج کی سرحدوں پر تعیناتی کا اقدام صرف بھارت ہی کا نہیں پورے عالم کفر کا فیصلہ ہے۔ اور اب بھی سب کچھ دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود کفریہ طاقتوں سے دستِ تعاون نہ کھینچنا، ملت اسلامیہ کی بربادی کو دعوت دینے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے؟ ملت اسلامیہ تو اپنے مخلص اور دیانتدار رہنماؤں کی ایک آواز پر سب کچھ لٹانے اور دشمن کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننے کیلئے ہمہ وقت تیار ہے۔ تاریخ کسی ایسے مردِ جری کے مردانہ وار اور جرأتِ مندانہ فیصلے کی منتظر ہے جو ایمان و اخلاص کے ساتھ امت کی راست سمت میں رہنمائی کرے اور کفر کے بخیے اُدھیڑے۔ ورنہ وقت کا پہیہ تو ہر دم رواں ہے ایسا نہ ہو کہ اگلے سال کی تاریخ قوم کے بے وفاؤں ہی کے تذکرے سے معمور ہو۔ اللہ نہ کرے!

مولانا زاہد الراشدی

دینی مدارس میں سائنسی تعلیم کیوں؟

صدر جنرل پرویز مشرف نے ۱۲ جنوری کی شب قوم سے خطاب کرتے ہوئے جن خیالات اور فیصلوں کا اعلان کیا ہے ،ان پر نہ صرف پاکستان میں بلکہ دنیا بھر میں بحث وتمحیص کا سلسلہ جاری ہے اوراس کے مثبت اور منفی پہلوؤں پر مختلف اطراف سے اظہار خیال ہورہا ہے۔بعض حلقے اسے پاکستان میں ایک نئی سیاسی زندگی اور معاشرتی رجحان کا آغاز قرار دے رہے ہیں اور یہ توقعات وابستہ کی جارہی ہیں کہ اگر صدر پرویز مشرف کے اعلان کردہ اقدامات پر عملدرآمد ہوا تو حالات میں بنیادی تبدیلیاں رونما ہوں گی اور پاکستان ایک نئے اور پہلے سے مختلف دور میں داخل ہوجائے گا۔ایسا ہوتا ہے یا نہیں، یہ آنے والا وقت بتائے گا وران فیصلوں پر عملدرآمد کے حوالے سے اسٹیبلشمنٹ کی عملی ترجیحات بہت جلد ان توقعات کے مستقبل کی نشاندہی کر دیں گی ،اس لیے اس پہلو کو کسی مناسب موقع کیلئے موخر کرتے ہوئے صدر پرویز مشرف کے خطاب کے بعض حصوں پر معروضی حقائق اور عالات کی روشنی میں ہم کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

صدر محترم نے دینی مدارس کے کردار کو سراہتے ہوئے ان کی خدمات کا اعتراف کیا ہے کہ دینی مدارس ملک کے لاکھوں افراد کو نہ صرف مفت دینی تعلیم دے رہے ہیں، بلکہ انہیں بلا معاوضہ ہاسٹل اور خوراک کی سہولتیں بھی فراہم کر رہے ہیں اور یہ کام ایسا ہے جو کوئی بڑی سے بڑی این جی او بھی نہیں کر سکتی، لیکن انہیں شکوہ ہے کہ ان دینی مدارس میں صرف دینی تعلیم دی جاتی ہے جو قومی زندگی کے اجتماعی دھارے میں شامل ہونے کیلئے کافی نہیں ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ دینی مدارس میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ سائنس، ریاضی، انگریزی اور جدید علوم کی تعلیم بھی دی جائے اور حکومت اس مقصد کے لئے آرڈیننس لا رہی ہے، جس کے ذریعے دینی مدارس ان علوم کو اپنے نصاب میں شامل کرنے کے پابند ہوجائیں گے۔اس سلسلہ میں عرض ہے کہ یہ دینی مدارس کے مقصدِ قیام اوران کے معاشرتی کردار کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے، کیونکہ دینی مدارس تو سرے سے اجتماعی دھارے کی کسی ضرورت کو پورا کرنے کے دعوے دار ہی نہیں ہیں اوران کا مقصد صرف یہ ہے کہ معاشرے میں قرآن وسنت اور دینی ضروریات کے ساتھ عام مسلمان کا تعلق قائم رہے۔مسلمانوں کو مسجد میں نماز پڑھانے کیلئے امام اور مدرسہ میں قرآن وحدیث پڑھانے کیلئے اساتذہ میسر آتے ہیں اور یہ اہم شعبہ رجال کار کے حوالے سے خلاء کا شکار نہ ہوجائے۔دینی مدارس نے اسی مقصد کیلئے اب تک یہ حکمتِ عملی سوچ سمجھ کر اختیار رکھی ہے کہ ان کے پیدا کردہ افراد دینی خدمات کے علاوہ کسی اور شعبہ میں نہ کھپ سکیں، کیونکہ اگر ان کے تیار کئے ہوئے لوگ بھی جدید علوم سے آراستہ ہوکر اجتماعی دھارے میں ضم ہوجائیں گے تو مسجد کیلئے امام مکتب کیلئے قاری وحافظ اور مدرسہ کیلئے دینیات کے مدرس کون فراہم کرے گا؟ اوراس شعبہ میں افرادکار کا جو خلاء پیدا ہوجائے گا، اسے پر کرنے کی کیا صورت ہوگی؟

یہ سوال اس وقت زیادہ سنگین اور نازک صورت اختیار کر جاتا ہے، جب ہم دیکھتے ہیں کہ مسجد و مدرسہ کیلئے آئمہ وخطباء اور اساتذہ و مدرسین فراہم کرنے کی ذمہ داری کوئی ریاستی ادارہ قبول نہیں کر رہا اور ان دینی مدارس کے علاوہ سرے سے اور کوئی انسٹی ٹیوٹ ایسا موجود نہیں ہے جو اس کام میں دینی مدارس کے فارغ التحصیل حضرات کو اجتماعی دھارے میں ضم کرنے کا منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ مسجد و مدرسہ کا شعبہ خود رجال کار کی کمی کا شکار ہو جائے گا اور اس طرح معاشرے میں عام مسلمان کا دین کے ساتھ تعلق باقی رکھنے، دینی علوم کی حفاظت وترویج، عبادات کے نظام کا تسلسل برقرار رکھنے اور قرآن و حدیث کی تعلیم و تدریس کا پورا نظام تعطل کا نذر ہو سکتا ہے۔

پھر یہ بات بھی ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ تعلیم کی تقسیم کار کے اس دور میں جب ایک ڈاکٹر کیلئے انجینئر ہونا ایک انجینئر کیلئے حافظ ہونا اور ایک وکیل کے لئے سائنسدان ہونا ضروری نہیں سمجھا جاتا تو ایک مولوی کے لئے سائنس اور انجینئرنگ کی تعلیم کو کیوں ناگزیر قرار دیا جا رہا ہے۔ اس لئے جہاں تک دینی مدارس کے نصاب میں انگریزی زبان، ضروری حساب اور کمپیوٹر کے استعمال کی ٹریننگ کو شامل کرنے کا تعلق ہے، ہم نہ صرف اس کے حق میں ہیں، بلکہ صدر پرویز مشرف سے پہلے اور بہت پہلے سے اس بات کیلئے دینی مدارس پر زور دے رہے ہیں اور ہماری معلومات کی حد تک دینی مدارس کے مختلف وفاقوں نے اس کی طرف عملی پیش رفت بھی کی ہے، لیکن ایک امام، خطیب، مفتی، حافظ، قاری اور دینیات کے مدرس کو زبردستی انجینئر اور سائنسدان بنانے والی بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، اگر صدر پرویز مشرف اس کی ضرورت وافادیت کے بارے میں کچھ ارشاد فرما سکیں تو ان کی بے حد نوازش ہوگی۔

صدر محترم نے دینی حلقوں سے شکوہ کیا ہے کہ وہ صرف جذبات کے تحت کام کرتے ہیں اور انہوں نے ہزاروں لوگوں کو افغانستان لے جا کر مروا دیا ہے، جبکہ افغانستان کی تعمیر نو اور افغان عوام کی ضروریات زندگی کی طرف انہوں نے توجہ نہیں دی۔ ہمارے نزدیک یہ بات بھی غلط فہمی پر مبنی ہے اور صدر محترم کو اس سلسلہ میں صحیح معلومات فراہم نہیں کی گئیں جہاں تک افغانستان لے جا کر مروا دینے کا تعلق ہے، یہ کام گزشتہ پندرہ سال سے جاری ہے اور پاکستان کے دینی حلقے اس وقت سے پاکستانیوں کو افغانستان لے جا کر مروا رہے ہیں، جب افغانستان میں روس نے فوجیں اتاری تھیں اور افغان علماء و عوام نے علم جہاد بلند کر کے مزاحمتی جدوجہد کا آغاز کیا تھا تب سے پاکستانی مسلسل افغانستان جا رہے ہیں اور وہاں مر بھی رہے ہیں، فرق صرف اتنا ہوا ہے کہ پہلے مرحلہ میں جب یہ جنگ روس کے خلاف تھی تب ''جہاد'' کہلاتی تھی اس میں مرنے والوں کو ''شہید'' کہا جاتا تھا اور لڑنے والے ''مجاہد'' اور ''فریڈم فائٹر'' شمار ہوتے تھے۔ انہیں پاکستان کی حکومت، فوج اور آئی ایس آئی کی بھرپور پشت پناہی حاصل تھی، عالم اسلام اور امریکہ ان کی امداد کر رہے تھے لیکن جب اسی جنگ کا رخ امریکہ کی طرف ہوا تو وہ جنگ اچانک ''جہاد'' سے ''دہشت گردی'' بن گئی۔ اس میں مرنے والے کیلئے ''شہید'' کی بجائے ''مروا دینے'' کی اصطلاح سامنے آئی اور اس میں حصہ لینے والے ''مجاہد'' اور ''فریڈم فائٹر'' کی بجائے ''دہشت گرد'' کے خطاب سے بہرہ ور ہو گئے۔

صدر محترم سے گزارش ہے کہ دینی حلقوں کے موقف اور کردار میں تو کوئی تبدیلی نہیں آئی اور انہوں نے جس طرح روسی استعمار کی بالادستی کو افغانستان کی آزادی اور خود مختاری کے منافی سمجھا، اسی طرح امریکی استعمار کی بالادستی کو بھی افغانستان

کی آزادی اور خودمختاری کے منافی قرار دیا اور دونوں کے خلاف یکساں طرزعمل اور رویہ اختیار کیا، اس لئے اگر افغانستان میں پاکستانیوں کو لے جا کر مروانے کی ذمہ داری کسی پر عائد کی جاسکتی ہے تو اس کا ذمہ دار وہ طبقہ اور عنصر ہے جس نے اچانک ''یوٹرن'' لے کر روس کے کفر واستعمار کو ناقابل برداشت اور امریکہ کے کفر واستعمار کو قابل قبول قرار دے کر ذہنوں میں کنفیوژن پیدا کیا اور پھر اپنے اس متضاد موقف کے حق میں کوئی معقول دلیل پیش کرنے میں ناکام رہا کہ روس کے کفر واستعمار کے خلاف پاکستانیوں کا افغانستان جا کر امریکی جارحیت کے خلاف سینہ سپر ہونا آخر کیوں دہشت گردی ہوگیا ہے؟ صدر پرویز مشرف اس سوال پر بھی دینی حلقوں کو کوئی تسلی بخش جواب دے سکیں، تب ان کا بے حد کرم ہوگا۔ باقی رہی بات کہ افغانستان کی تعمیر نو اور افغان عوام کو ضروریات زندگی فراہم کرنے کیلئے دینی حلقوں نے کیا جدوجہد کی ہے؟ تو اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ ہے کہ جو لوگ اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر امریکی بمباری کے سامنے اپنے افغان بھائیوں کے شانہ بشانہ جا کھڑے ہوئے اور انہی کے ساتھ جام شہادت بھی نوش کیا ، ان سے یہ سوال کرنے کا حوصلہ صدر پرویز مشرف ہی کر سکتے ہیں کہ تم نے پیسے کتنے اکٹھے کئے تھے؟ اور اپنی جانوں کے ساتھ ساتھ مال کتنا لے کر آئے ہو؟ لیکن اس کے باوجود مال جمع کرنے اور افغان عوام کی مالی مدد کرنے کا محاذ بھی خالی نہیں رہا۔ افغانستان کی تعمیر نو کیلئے پاکستانی سائنس دان ڈاکٹر سلطان بشیر الدین محمود نے ''امہ تعمیر نو افغانستان'' کے عنوان سے ایک باقاعدہ ادارہ قائم کیا تھا اور بہت سے پاکستانی بھائیوں کے تعاون سے افغانستان میں کروڑوں روپے کی سرمایہ کاری کی، جس کا پورا ریکارڈ موجود ہے۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ غیر ملکی اور غیر مسلم این جی اوز نے اس حوالے سے جو کام کیا، صدر پرویز نے اپنے خطاب میں ان کو خراج تحسین پیش کیا اور ڈاکٹر سلطان بشیر محمود کو ان کی خدمات اور قربانیوں کا صلہ پرویز مشرف حکومت کی طرف سے گرفتاری، نظر بندی اور ''امہ تعمیر نو'' کو خلاف قانون قرار دینے کی صورت میں ملا۔ اسے بھی اگر صدر جنرل پرویز مشرف اپنے تدبر، حوصلہ اور حکمت و دانش کا شاہکار بتائیں تو انہیں اس سے کون روک سکتا ہے؟

اس کے علاوہ افغان عوام کی مالی مدد، ان کی ضروریات کی کفالت، ان کی آبادکاری اور افغانستان بھر میں پانی کے کنویں، روٹی کے تنور، مساجد، مدارس، بیواؤں، یتیموں اور معذوروں کے وظائف اور دیگر شعبوں میں کراچی کے ''الرشید ٹرسٹ'' نے جو مسلسل خدمات سرانجام دی ہیں، وہ کسی بھی مغربی این جی او سے کم نہیں ہیں، لیکن چونکہ اس کا نظام علماء کے ہاتھ میں تھا اس لئے اسے خلاف قانون قرار دینا حکومت کیلئے ضروری ہوگیا تھا اور افغانستان میں عیسائیت کی تبلیغ کیلئے رفاہی کاموں کی آڑ لینے والی این جی اوز صدر پرویز مشرف کی ممدوح این جی اوز کا مقام پا گئی ہیں۔

''جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے''

بات کو مزید آگے بڑھانے کی بجائے بطور نمونہ انہی دو پہلوؤں پر اکتفا کرتے ہوئے صدر جنرل پرویز مشرف سے گزارش ہے کہ وہ دینی حلقوں کے خلاف غصہ نکالنے، انہیں رگید نے اور مغرب کو سنا سنا کر انہیں کوستے رہنے کا شوق ضرور پورا کریں لیکن کم از کم معروضی حقائق کو تو سامنے رکھیں، کیونکہ معروضی حقائق کی فائل کو ایک طرف رکھتے ہوئے محض کوستے چلے جانا خود ان کے منصبی مقام و مرتبہ کے منافی ہے۔

محمد عابد مسعود ڈوگر

نئے تعلیمی سال کے آغاز پر چند باتیں

ہمارے بزرگوں میں ایک نام ہے مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ، جو شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور حکیم الامت شاہ محمد اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ کی اصلاحی صحبت اٹھائی (حضرت مدنیؒ نے بیعت کے بعد تزکیہ نفس کے لئے انہیں حضرت تھانویؒ کے سپرد فرمادیا تھا) اردو پڑھنے والوں کے لئے یہ نام بہت جانا پہچانا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مولانا محمد علی جوہر مرحوم کے ہاں حاضر ہوا۔ آپ کی خلوت گاہ کے دروازے پر پہنچ کر میں نے آپ کے رونے کی آواز سنی تو میں دروازے پر ہی رک گیا کہ نجانے کیا بات ہو؟ کافی انتظار کے بعد جب میں نے محسوس کیا کہ رونے کی آواز ہچکیوں میں بدل گئی ہے تو مجھ سے نہ رہا گیا اور اندر داخل ہوگیا۔ مجھے دیکھ کر مولانا جوہر نے سامنے رکھے قرآن پاک سے سر اٹھایا اور مجھے غور سے دیکھنے کے بعد دیر تک اپنے آپ کو سنبھالتے رہے۔ میں نے جرأت کرکے پوچھا کہ مولانا! کیا بات ہوگئی جس نے آپ کو اتنا رلا دیا؟ ہاتھ سے قرآن پاک کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے آگے بڑھ کر دیکھا تو آپ کی انگلی اس آیت پر تھی "الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشوھم واخشون" (المائدہ:۳) مجھے بات سمجھ نہ آئی، عرض کیا کہ میرے پلے کچھ نہ پڑا۔ فرمایا کہ اللہ نے ہمیں کتنے بڑے انعام سے نوازا ہے، تکمیل دین، اتمام نعمت اور دین اسلام کو ہمارے لئے پسند کر لینے کا انعام۔ یہ سارے انعامات ایک شرط سے مشروط ہیں کہ "مجھ ہی سے ڈرو، ان (کفار) سے مت ڈرو" کسی کی فکری، سیاسی، تہذیبی، تمدنی، معاشی اور معاشرتی قوت کو اپنے سے برتر خیال کرتے ہوئے اپنی تمام سرفرازیوں کو کہیں زہر آلود کر کے تاریخ میں خود کو کہیں رسوا نہ کر لینا۔ جس انعام سے میں نے (اللہ نے) تجھے نوازا ہے، اس کی بے قدری کا جرم نہ کر بیٹھنا۔ لیکن میرے ایمان پر تو نجانے اغیار کے کتنے پیوند لگے ہوئے ہیں۔ ہماری معاشرتی اور گھریلو زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جسے ہم نے مغربی تہذیب گھول نہ دیا ہو۔ جب میں اپنی قوم کی یہ حالت دیکھتا ہوں تو پریشانی میں ڈوب جاتا ہوں کہ یااللہ! تیرا انعام تو مشروط تھا میں ابھی تک شرط کے مرحلے پر ہی نہیں پہنچا، میرے لئے یہ کس کام کا؟ عبدالماجد! یہی وہ چیز ہے جو مجھے خون کے آنسو رلاتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ ہے وہ چیز ہے جس نے مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ سے یہ لافانی شعر کہلوایا ۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے ۔۔۔۔۔ یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

قوموں کی زندگی میں سب سے خطرناک لمحہ وہ ہوتا ہے جب وہ اپنے نظریات پر مکمل اعتماد کی بجائے اغیار سے متاثر ہو کر ان میں دریوزہ گری کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک مضبوط نظریاتی قوت عطا کر رکھی ہوتی ہے اور سینکڑوں برس کی روشن تاریخ ان کی پشت پر ہوتی ہے۔ اس کے باوجود جب کوئی نیا فکری انقلاب آتا ہے تو وہ اس کی چکاچوند سے متاثر ہو کر اپنی فکری بنیادوں کو متزلزل کرنے لگتے ہیں۔ اس کی نمایاں مثال یونانی دور ہے۔ جب ہمارا یونانیوں سے بنو عباس کے دور میں واسطہ پڑا تو

ہمارے یہاں بڑے بڑے ''دانشور'' پیدا ہوئے جنہوں نے یہ فلسفہ پڑھا اور اس سے متاثر ہو کر اسلام کی بہت سی باتوں کے بارے میں عقیدے کی کمزوری کا شکار ہوئے۔ جب تک امام غزالیؒ جیسے لوگ نہیں اٹھے، انہوں نے دریوزہ گری نہیں چھوڑی۔ کبھی اس سے کوئی چیز لے لی، کبھی اس سے کوئی چیز لے لی۔ کئی برس یہ بے فکرے دانشور ادھر ادھر مارا ماری کرتے رہے اور اخوان الصفاء کے نام سے نجانے کیا کیا فتنے اٹھاتے رہے، یہ دھکے ان ''مفکروں'' کو اس لئے کھانے پڑے کہ انہوں نے یہ رویہ چھوڑ دیا تھا جس کی تاکید قرآن نے کی ہے ''فلا تخشوھم واخشون'' کہ صرف اللہ کی پرواہ کریں، کسی اور کو پلے نہ باندھیں۔ اپنی تہذیب ومعاشرت، فکری نظریات اور معاشی ضروریات کے لئے اللہ کی طرف سے عطا کردہ کتاب ہدایت سے رہنمائی لیں نہ کہ فکر وشعور سے تہی دست لوگوں کے سامنے کاسہ لیسی کرتے پھریں۔ یہ وہ رویہ ہے جس کا درس ہمیں قرآن دیتا ہے۔ جب ہم نے یہ رویہ چھوڑا، ہمیں در در کی ٹھوکریں کھانا پڑیں۔ برطانوی سامراج کی غلامی کے دور میں جب مغربی دنیا سے بہت افکار ہم پر وحی کی صورت میں برسنے لگے تو یہاں بہت سے نیم خواندہ لوگوں کو دانشوری کا دورہ پڑا۔ مغربی ''مفکروں'' کے ان مشرقی ایڈیشنوں کی اکثریت صرف دیسی لہجے میں ولایتی چینخیں ہی مار سکتی تھی، اس کے علاوہ ان میں کوئی ''گن'' نہیں تھا۔ ایک لمبے عرصے تک ان مفکرین کا کام صرف یہ رہا کہ یہ ''ڈارون'' اور ''سگمن فرائیڈ'' کی بے ہودہ تھیوریاں چھک چھک کو سناتے اور دین اور اہل دین پر پھبتیاں کستے تھے۔ یہاں ان مفکرین کے خلاف سوچنا بھی دل گردے کی بات تھی، ان کا رد کرنا تو دور کی بات ہے۔ اسی دوران بہت سے اقوال تہذیبی، قانونی اور بعض ٹیکنالوجی کے حوالوں سے یہاں پہنچے جن کی دریوزہ گری آج تک ہو رہی ہے۔ لیکن اب حالت پچاس ساٹھ سال پہلے جیسی نہیں ہے۔ آج کے دور میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں (جو ہرگز مولوی نہیں ہیں) اور وہ ڈارون جیسے بے شعور لوگوں کو ماضی کا ''بیوقوف ترین'' کردار گردانتے ہیں اور برسرعام گردانتے ہیں۔ یہی باتیں جب ہمارے اسلاف صالحین نے کہی تھیں تو انہیں ان سب لوگوں نے ''ان پڑھ''، ''دیہاتی ملاّ'' کہہ کر رد کر دیا تھا۔ ہمارے بزرگوں نے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر جو بات ٹھیک اور درست تھی، کہی اور اپنے روحانی بچوں کو پڑھائی کیونکہ ان دیہاتی مولویوں میں سے کوئی بھی الحمدللہ احساس کمتری کا شکار نہیں تھا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ان ملاؤں نے گوری چمڑی والوں کو کبھی اہمیت ہی نہیں دی تو ان کی ذہنی وفکری غلامی وہ کیوں قبول کرتے؟ پچھلی صدی کی چوتھی، پانچویں اور چھٹی دہائی میں مصر اور بہت سے عرب ممالک میں افسانہ نویس اور ناول نگار لوگوں کی ایک یلغار ہوئی اور موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت سے مستشرقین نے بھی عربی ناموں کے ساتھ اپنی زہر آلود تحریریں چھپوا کر عام کیں۔ نتیجتاً پہلے پہل ''اباحت'' کے دروازے کھولے گئے کہ یہ چیز بھی جائز ہے، اسے کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس بات کو تو علماء تک کا طبقہ بری طرح متاثر ہوا اور لوگوں نے سگریٹ، سگار سے لے کر جاندار کی تصاویر تک کو بلا کراہت حلال قرار دے ڈالا۔ اللہ بھلا کرے سید علی میاں رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کے رفقاء فکر کا، جنہوں نے اس طوفان کو روکا اور عربی زبان میں ایسی کتب لکھیں جن کی وجہ سے عرب دنیا صحیح اسلامی ادب سے واقف ہوئی۔ عالم عرب کے سلیم الفکر علماء کا کردار بھی تاریخ کا ایک روشن باب ہے، جنہوں نے عرب وعجم کے فاصلے کو مٹاتے ہوئے اس دیار کے اہل علم کو خندہ پیشانی سے قبول کیا جس کی وجہ سے اس طوفان کے سامنے بند باندھنا ممکن ہوا۔ ہمارے یہاں بھی اس طرز کے کئی ڈرامے ہوئے، جنہوں نے یہاں کے

پڑھے لکھے لوگوں کو خاصا پریشان کیا۔ جو لوگ نظریاتی طور پر خالی ہاتھ یا کمزور تھے، وہ تو بہہ گئے لیکن جن لوگوں نے اپنا رشتہ مرکز سے نہیں توڑا اور ہر مشکل میں کتاب ہدایت اور رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے رہنمائی لیتے رہے، وہ خوش بخت ہر دم مطمئن ہیں۔ ماسکو سے اٹھنے والا سرخ انقلاب ہو یا سوشلزم کا شور، کوئی بھی چیز نظریاتی لوگوں کو اپنی جگہ سے نہ ہلا سکی، ایسے لوگ یہاں بکثرت موجود رہے جن کی وجہ سے اسلام مخالف نظریات یہاں عوام میں اپنی جگہ نہ بنا سکے، یقیناً اس میں مدارس دینیہ کا بہت بڑا کردار ہے۔ لیکن یہ فتنے ہنوز سوچوں میں اپنا زہر گھول رہے ہیں، ان کا پورا تعارف تو ایک ضخیم کتاب کا تقاضا کرتا ہے، ان سے بچنے اور عام آدمی کو بچانے کیلئے مضبوط علمی مطالعے کی ضرورت ہے تا کہ فکری محاذ پر ان کے دانت کھٹے کئے جا سکیں۔ آج کل طالبان ان کا خاص نشانہ ہیں، سچی بات تو یہ ہے کہ طالبان کے جانے کے بعد عام آدمی خاصا پریشان ہے اور بڑے بڑے اہل علم بھی اس صدمے کا شکار ہیں مگر مایوس ہرگز نہیں، کیونکہ یہ زمانے کے اتار چڑھاؤ ہیں۔ نظریہ بہر حال اپنی جگہ قائم ہے، یہ یقیناً نظریئے کی شکست نہیں ہے۔ تاریخ میں بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ روئے زمین پر اللہ کی حاکمیت قائم کرنے کی کوشش اس کے بندوں نے کیں، کچھ کامیاب ہوئیں اور کچھ کا نتیجہ اس وقت ظاہر نہ ہوا۔ جیسا کہ سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید رحمہما اللہ اور آپ کے رفقاء کی مقدس تحریک جہاد جس میں چار دفعہ آپ نے اور آپ کے رفقاء نے اسلامی ریاست قائم کرنے کی کوشش کی مگر اس کی کوئی صورت اس وقت نہ بن سکی تو کیا ان کی سعی، سعی لاحاصل ہوگئی؟ یقیناً ایسا نہیں ہے، آج تک اس مقدس جماعت کا جذبۂ جہاد اور کارنامے مجاہدوں کے جذبوں کو تازگی بخشتے اور نئے ولولے عطا کرتے ہیں۔ طالبان کا روشن کردار بھی تاریخ کا حصہ ہے جو نجانے کب تک راہ وفا کے راہیوں کی راہنمائی کرتا رہے گا؟ ابھی تو اس لڑائی کے اصل معرکے باقی ہیں، ابھی سے حوصلہ نہ ہاریئے اور اصل فیصلہ آنے والے وقت پر چھوڑ دیجئے۔

ہم روح سفر ہیں، ہمیں ناموں سے نہ پہچان
کل کسی اور نام سے آ جائیں گے ہم لوگ

دینی مدارس کے طلباء کرام کا کردار آنے والے وقت میں بہت اہم ہے اور آپ کیلئے یہ سفر پھولوں کی سیج شاید نہ ثابت ہو، بلکہ کانٹے ہی کانٹے ہو سکتے ہیں جو غیروں سے زیادہ اپنوں کے بچھائے ہوئے ہیں، اس لئے ہر حوالے قدم احتیاط سے رکھنے کی ضرورت اب پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ اپنے مطالعے کو مضبوط کریں تا کہ کوئی بھی تحریر و تقریر آپ کے نظریئے میں دراڑ نہ ڈال سکے۔ امت پر اس وقت بہت کڑا امتحان ہے، یقیناً اس میں کامیابی کے لئے اصل کردار آپ کا ہی ہے۔ علماء کے علمی اختلافات صدیوں سے چلے آ رہے ہیں اور اس میں ایک دوسرے کا باہمی احترام ہمیشہ موجود رہا ہے۔ ہمارے اکابر کی زندگیوں میں اس جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ آج کے دور میں ان اختلافات کو اعتدال میں رکھنے کی بہت ہی ضرورت ہے۔ آپس میں منظم ہو کر، ایک دوسرے کے کندھے سے کندھا ملاتے ہوئے ہر محاذ پر مقابلہ کرنے کی اجتماعی حکمت عملی تیار کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ دشمن کی نظر تمام دینی مدارس پر ہے؛ نہ کہ کسی ایک خاص مسلک کے مدارس پر، اس خطرے سے خبردار ہو جانا چاہیے۔ ''صفہ'' کے مقدس چبوترے سے چلنے والا مدارس کا یہ سلسلہ تو ان شاء اللہ تا قیامت چلے گا، دیکھنا یہ ہے کہ ہم نے اس روایت کو مزید اجلا اور باقی رکھنے کے لئے کیا کردار ادا کیا؟

جاوید چودھری

''میں انسان ہونے پر شرمندہ ہوں''

کابل کا چڑیا گھر ظاہر شاہ کے دور میں قائم ہوا، شاہ کو جانوروں سے خصوصی محبت تھی۔ لہٰذا انہوں نے اس چڑیا گھر کیلئے خاص انتظامات کئے، دنیا بھر سے جانوروں کی نایاب نسلیں درآمد کی گئیں، ان جانوروں کیلئے قدرتی ماحول کا بندوبست کیا گیا۔ چڑیا گھر کے احاطے میں وہی آبشاریں، وہی ندیاں، وہی غار، وہی بھٹ، وہی درخت اور وہی چھتر چھاؤں لگائی گئی جس کے وہ جانور، وہ پرندے عادی تھے۔ جانوروں کی خوراک، پانی اور ہوا کا بھی خصوصی انتظام تھا۔ ڈاکٹر کی ہدایات کے مطابق خوراک کا مینو بنایا جاتا تھا، جانوروں کے لنچ اور ڈنر کا ٹائم ٹیبل ترتیب دیا جاتا تھا، ہر کارے چارٹ کے مطابق ناپ تول کر جانوروں کو گوشت اور چارہ کھلاتے تھے، ہفتے میں دو بار جانوروں کا طبی معائنہ ہوتا تھا، خود شاہ مہینے میں دو تین بار چڑیا گھر کا دورہ فرماتے تھے۔

ظاہر شاہ کے بعد سردار داؤد کا دور آیا تو چڑیا گھر اور اس کے جانور شاہی التفات سے محروم ہو گئے، تاہم ان کی نگہداشت کا سلسلہ جاری رہا۔ روسی آئے تو وہ بھی کسی نہ کسی حد تک جانوروں کا خیال رکھتے رہے، انہیں خوراک، چارہ اور دوائیں پہنچائی جاتی رہیں۔ روسی افواج واپس گئیں تو افغانستان میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ یہ دور بہت کٹھن تھا جب انسان ہی انسان کا دشمن ہو تو جانوروں کی کون پروا کرے گا؟ لہٰذا چڑیا گھر کے جانور خوراک، صحت اور تحفظ سے محروم ہونے لگے۔ خانہ جنگی کے بعد طالبان کا دور آیا۔ طالبان تفریحی سرگرمیوں کے خلاف تھے۔ چنانچہ اس دور میں بھی ان جانوروں کو ظاہر شاہ کے عہد جیسی محبت اور نگہداشت نہ مل سکی۔ نومبر/دسمبر ۲۰۰۱ء میں طالبان رخصت ہو گئے۔ کابل دنیا بھر کے این جی اوز، ٹیلی ویژن کیمروں اور چیریٹی آرگنائزیشنز کیلئے کھل گیا۔ لوگ برطانیہ، جرمنی، اٹلی اور امریکہ سے آئے، شہر میں پھرتے پھراتے چڑیا گھر جا پہنچے، جانوروں کی حالت زار دیکھی تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، شیر کی آنکھ پھوٹ چکی تھی، چیتے کی ناک غائب تھی، بارہ سنگا صرف دو سینگ اٹھا کر پھر رہا تھا، بن مانس، ریچھ، زرافہ اور زیبرا بری طرح ''ڈی ہائیڈریشن'' کے شکار تھے، سب جانوروں کو بال جڑ، خارش اور پیچش کی بیماریاں لاحق تھیں، پنجرے ٹوٹ چکے تھے، آبشاریں اور ندیاں سوکھ چکی تھیں، یہ سب کچھ دیکھ کر یورپ کا انسانی ضمیر چیخ اٹھا۔ برطانیہ میں ایک لہر آئی، ایک این جی او نے ان مظلوم جانوروں کیلئے تین کروڑ پاؤنڈ جمع کئے اور کابل کے جانوروں کی بحالی شروع ہو گئی۔ تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ شیر کی آنکھوں کا علاج ہو رہا ہے، چیتے کی ناک کی پلاسٹک سرجری ہو رہی ہے، ریچھ، زرافے اور زیبرے کو ڈرپیں لگائی جا رہی ہیں، نئے

پنجرے بن رہے ہیں، آبشاریں اور ندیاں چلائی جارہی ہیں، کیاریاں مرتب ہورہی ہیں، پھول لگ رہے ہیں اور درختوں کو ''وٹامنز'' پلائی جارہی ہے۔ اہل مغرب جس شفقت، جس محبت اور جس محنت سے اس چڑیا گھر کی تعمیر نو میں مصروف ہیں محسوس ہوتا ہے، ایک دو ماہ بعد ان حرماں نصیب جانوروں کا مقدر ہی بدل جائے گا۔

میں یورپ اور امریکہ کی اس ''جانور دوستی'' کی داد دیتا ہوں۔ واقعی یہی لوگ ہیں جو انسان کہلانے کے اصل حق دار ہیں، اگر یہ لوگ نہ ہوتے، اگر یہ لوگ ''بروقت'' افغانستان نہ پہنچتے تو یہ جانور گھٹ گھٹ کر مر جاتے، ان لوگوں نے واقعی ان مظلوم جانوروں کو طالبان جیسے ''جنگلیوں''، ''جاہلوں'' اور ''اُجڈ'' لوگوں سے بچالیا لیکن نہ جانے کیوں اس جانور دوستی کی داد دیتے دیتے دیکھتی آنکھیں اور سوچتے دماغ کیوبا کی طرف کیوں متوجہ ہو جاتے ہیں؟ انسان ''کونٹانا موبے'' کے امریکی اڈے کی طرف کیوں دیکھنے لگتا ہے؟ اس امریکی اڈے کی طرف جو اس وقت انسانی چڑیا گھر بن چکا ہے، وہ ''کونٹانا موبے'' جہاں اس وقت القاعدہ اور طالبان کے ۱۴۴ ارکان بند ہیں، انسانی چڑیا گھر کے یہ جانور کھلے آسمان تلے پنجروں میں اکڑوں بیٹھے ہیں، ان جانوروں کو ٹانگ تک سیدھی کرنے کی اجازت نہیں، ان کے ہاتھوں پر ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ہیں، ان جانوروں پر تاریخ انسانی کا انتہائی خوفناک تشدد کیا جارہا ہے، انہیں انسانی حواس سے لاتعلق کیا جارہا ہے ، ان کے ہاتھوں پر انتہائی موٹے دستانے پہنا دیئے گئے ہیں تاکہ یہ چھو کر محسوس نہ کرسکیں، ان کے کانوں میں روئی دے دی گئی ہے، آنکھوں پر پٹی باندھ کر عینک چڑھا دی گئی ہے، ان کے چہرے نقابوں میں چھپا دیئے گئے ہیں تاکہ یہ سن نہ سکیں اور اپنے ہی پسینے کا ذائقہ نہ چکھ سکیں، یہ لوگ دو ہفتوں سے خاموشی کے ایک ایسے اندھے غار میں پڑے ہیں، جہاں انہیں اپنے آپ کو محسوس کرنے کیلئے بھی تخیل کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ ظاہر شاہ کا دور ہو، داؤد کا، ببرک کارمل، نجیب اللہ، برہان الدین ربانی یا پھر ملا عمر کا کسی عہد، کسی دور میں کابل کے جانوروں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں ہوا جس کا آج ''کونٹانا موبے'' کے یہ ''جانور'' شکار ہیں۔ کسی نے زیبرے کو دستانے نہیں پہنائے، کسی نے چیتے کی آنکھوں پر پٹی نہیں باندھی اور کسی نے لومڑ کو نقاب نہیں چڑھایا لیکن یہ کیسے لوگ، کیسے انسان ہیں؟ جو انسانوں کے ساتھ ایسا شرمناک سلوک کر رہے ہیں اور دنیا میں پھر بھی خاموشی ہے۔

یہ دوغلا پن، یہ کیسی منافقت ہے؟ ایک طرف جانوروں کی زنجیریں کھولی جارہی ہیں لیکن دوسری طرف انسانوں کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنائی جارہی ہیں۔ ایک طرف چیتے کو مصنوعی ناک لگائی جارہی ہے، شیر کی آنکھ کا علاج ہورہا ہے اور دوسری طرف انسانوں کو ان کے حواس خمسہ سے لاتعلق کیا جارہا ہے۔ ایک طرف جانوروں کو انسانوں سے بڑھ کر اہمیت دی جارہی ہے اور دوسری انسانوں کو جنگی قیدیوں کا سٹیٹس تک نہیں دیا جارہا ہے۔

اے میرے پروردگار! میں آج انسان ہونے پر شرمندہ ہوں۔

(بشکریہ: روزنامہ ''جنگ'' ۲۵ / جنوری ۲۰۰۲ء)

اسرار احمد کسانہ

یاسر عرفات کا حشر یاد رکھیں

جنرل مشرف کی ۱۲ر جنوری کی تقریر کا جہاں داخلی طور پر مختلف مکاتب فکر کے لوگوں نے خیر مقدم کیا ہے وہاں بین الاقوامی سطح پر بھی اسے خاصی پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ پاکستان میں ان لوگوں نے خاص طور پر بغلیں بجائی ہیں۔ جو مذہب بیزار اور مغرب زدہ طبقات ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو مادر پدر آزادی کے خواب ہمیشہ سے دیکھتے آئے ہیں اور پاکستان پر مغربی نظریات کی حکمرانی کیلئے کوشاں ہیں۔ مغرب کے یہ دیوانے کبھی سرخ سویرے کے خواب دیکھا کرتے تھے مگر افغانستان میں کمیونزم کی درگت بننے کے بعد اسی واشنگٹن کو اپنا قبلہ بنانے پر مجبور ہوگئے جس کے خلاف وہ ہمیشہ جدوجہد کا دعویٰ کرتے تھے۔ متعدد دانشوروں، سیاسی رہنماؤں، قلم کاروں نے بھی اس تقریر کے مضمرات اور مستقبل پر پڑنے والے اثرات کا باریک بینی سے جائزہ لئے بغیر دہشت گردی کی بینڈ ویگن پر فوری چڑھتے ہوئے خیر مقدم کیا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر بھی بشمول امریکہ، برطانیہ اور دیگر تمام قابل ذکر ممالک اور ان کے سربراہان کی طرف سے اسے سراہا گیا۔ انٹرنیشنل میڈیا نے اسے اپنی زبردست حمایت سے نوازا ہے۔ جس میڈیا میں کبھی پاکستان کا نام منفی تاثر دیئے بغیر استعمال نہیں ہوتا تھا، اس نے اس تقریر کو تاریخی قرار دیا ہے۔ کثیر الاشاعت امریکی اخبار ''نیویارک ٹائمز'' اپنے اداریے "REDEFINING PAKISTAN" میں اظہار خیال کرتے ہوئے جنرل مشرف کی اس تقریر کو "MOMENTOUS DEVELOPMENT" سے تعبیر کرتا ہے۔ ''واشنگٹن پوسٹ'' اس تقریر کو "RE:MAR KABLE" کے الفاظ سے نوازتا ہے۔ سی این این، اے بی سی، این بی سی، سی بی ایس اور برطانوی نشریاتی ادارے بی بی سی سمیت تمام برطانوی اخبار اس تقریر کی حمایت میں آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ جس قدم پر وہ تمام ممالک اور شخصیات جو اسلام کا نام سننا برداشت نہیں کرتے محو تحسین ہیں وہ کس طرح پاکستان کے مفاد میں ہوسکتا ہے۔ ''مذہبی انتہا پسندی اور دہشت گردی'' جیسی اصطلاحات کا سہارا لیتے ہوئے امریکہ نے دنیا بھر میں اسلام کے خلاف جس مہم کا آغاز کیا ہے۔ پاکستان اس کے دباؤ میں آکر بلا سوچے سمجھے اپنی ترجیحات اور مفادات کی قربانی دیتے ہوئے اس میں نہ صرف شامل ہوگیا ہے بلکہ دن بدن اس دلدل میں پھنستا جا رہا ہے۔ بھارت کے مقابلے میں پاکستان پر امریکی دباؤ اس قدر زیادہ ہے کہ ہر معاملے میں ڈکٹیشن دی جا رہی ہے۔ حتیٰ کہ جس تقریر کے بارے میں یہ کہا گیا کہ وہ خالصتاً ملکی مفاد میں کی جا رہی ہے اور اس سلسلہ میں کوئی بیرونی دباؤ کارفرما نہیں ہے۔ دراصل امریکی دباؤ اور ڈکٹیشن کا ہی نتیجہ تھی۔ ملاحظہ ہوں تقریر سے پہلے امریکی محکمہ خارجہ کے ترجمان رچرڈ باؤچر کے معنی خیز الفاظ:

"THE SECRETARY (COLIN POWELL)HAS BEEN TALKING TO HIM

(MUSHARRAF) ABOUT THE STEPS HE INTENDS TO TAKE ......SO,YES, WE HAVE SOME IDEA ABOUT WHAT HE INTENDS TO DO AND WHAT HE INTENDS TO SAY"

امریکی دباؤ کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ ہم نے افغانستان پر کمپرومائز کرنے کے بعد کشمیر کے معاملے میں بھی سمجھوتہ کرلیا۔ پاکستان کی پالیسی رہی ہے کہ وہ کشمیر میں لڑنے والوں کو ''فریڈم فائٹرز'' کی اصطلاح سے پکارتا ہے مگر امریکی دباؤ میں نہ صرف انہیں دہشت گردی کے ساتھ نتھی کر دیا گیا اور انہیں ''فریڈم فائٹر'' کی اصطلاح سے محروم کر دیا گیا بلکہ یہاں تک کہہ دیا گیا کہ ''کسی تنظیم کو کشمیر میں دہشت گردی کی اجازت نہیں دی جائے گی اور ایسا کرنے والوں کے ساتھ سختی سے نمٹا جائے گا''۔ اتنا کچھ کہہ لینے کے بعد ''کشمیر ہماری رگوں میں دوڑتا ہے'' جیسے الفاظ بھی اپنے معنی کھو بیٹھتے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امریکی دباؤ میں آ کر جنہیں ہم آج دہشت گرد قرار دے رہے ہیں، پابند سلاسل کر رہے اور نوید سنا رہے ہیں کہ ان کے مقدمات خصوصی عدالتوں میں پیش کئے جائیں گے، وہ آئے کہاں سے تھے۔ انہیں کس کی تائید حاصل تھی۔ کل تک انہیں کون جہادی قرار دے کر خصوصی شفقت کا مستحق قرار دیتا تھا، کون ان معصوموں کی زندگیوں کو خطرے میں ڈالنے والی پالیسیاں ترتیب دیتا تھا۔ کارگل کا واقعہ ابھی کل ہی کی بات ہے۔ وہ کس کی ''کارستانی'' تھی۔ کس کی بنیاد پر اتنی بڑی مہم کا اہتمام کیا گیا تھا۔ کس نے اس مہم کے دوران سابق وزیر اعظم کے خلاف صرف اس وجہ سے کارروائی کرتے ہوئے انہیں حکومت سے نکال باہر کیا کہ وہ امریکی دباؤ میں آ گئے۔ اگر نواز شریف غلط تھے تو آج وہی اقدامات صحیح کیسے ہو سکتے ہیں؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کی تفصیلات میں جانا شاید مناسب نہ ہو کہ ان کے جوابات میں بہت سے پردہ نشینوں کے نام بھی آتے ہیں۔

جہاں تک ''مذہبی انتہا پسندی'' کا تعلق ہے جسے میں ''مذہبی عطائیت'' کا نام بھی دیتا ہوں ہر ذی شعور اس کے خلاف ہے۔ اس کے بڑھنے اور بڑھانے میں بھی مذہبی عطائیوں سے زیادہ ''پردہ نشینوں'' کا کردار ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کے خلاف شدید ایکشن لینے کی ضرورت ہے اور خود حکومت کو ایسے عطائیوں سے بچنے کی ضرورت ہے۔ پریس ریلیز مولویوں بلکہ گجرات کی زبان میں ''ڈنگ ٹپاؤ'' مولویوں نے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ (ایک ایسے ہی پریس ریلیز ''عالم دین'' اسی حکومت میں پنجاب کے گورنر کے مشیر رہے ہیں) ایکشن لینا ہے تو اس سے پہلے نقل اور اصل میں فرق کرنا ہوگا ۔حجروں اور مناروں کا حساب کتاب دیکھئے کہ جہاں ہزاروں خواتین اپنی عزت لٹوا آتی ہیں۔ ان پیروں کو بھی ''انڈر آبزرویشن'' رکھئے جو علامہ اقبالؒ کے بقول ''مرید سادہ'' پر خصوصی ''توجہ'' دیتے ہوئے ان کی زندگیاں تباہ کر دیتے ہیں۔ جو بیرونی ممالک میں آتے ہیں تو اسلام کے نام پر لاکھوں ڈالر کا چندہ اکٹھا کر کے لے جاتے ہیں۔ آپ کو خود بخود بیر واور اونچی شان کا جواب مل جائے گا۔ لیکن اس مہم میں صحیح دین پر عمل کرنے والے اور اس کی تبلیغ کرنے والے لوگوں کو اگر نشانہ بنایا گیا تو یہ ایک

سخت اور مہلک غلطی ہوگی کہ پاکستان کے عوام کا خمیر اسلام اور اس سے ان کی محبت سے اٹھا ہے۔ کوئی شخص وہ خواہ کتنا ہی مضبو ہوا نہیں اس سے محروم نہیں کر سکتا۔ مجھے اس نعرہ سے بھی سخت اختلاف ہے کہ ''سب سے پہلے پاکستان''۔ پاکستان میں سے اگر اسلام نکال دیں تو باقی صرف ہندوستان بچ جاتا ہے۔ پاکستان کی بنیاد اسلام ہے اور جس چیز کی بنیاد گرانے کی کوشش کی جائے وہ زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتی۔ اسلام کے ساتھ پاکستان کا رشتہ وہی ہے جو مچھلی کا پانی سے۔ جس طرح مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، اسی طرح پاکستان بھی اسلام کے بغیر کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ سیکولرازم کا دم بھرنے والے پاکستان میں اس کا حشر جلد ہی دیکھ لیں گے۔ ترکی اور پاکستان میں بہت فرق ہے۔ اس وقت یہی سازش ہو رہی ہے کہ پاکستان کی تقسیم ان دو بنیادوں پر کر کے خانہ جنگی اور داخلی محاذ آرائی کی صورت پیدا کی جاسکے۔

''نیویارک ٹائمز'' نے جنرل مشرف کو ایک مشورہ دیا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں طاقت کا استعمال کرنے سے گریز کریں۔ وہ لکھتا ہے:

"SUCH A SHIFT CAN NOT BE CARRIED OUT BY FORCE ALONE."

جنرل صاحب آج کل قائداعظم اور علامہ اقبال سے خاصا استفادہ کر رہے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ قائداعظم کی وہ تقاریر بھی پڑھ لیتے کہ جن میں انہوں نے پانچ سو بار سے زائد دفعہ کہا ہے کہ ''پاکستان کی بنیاد اسلام ہوگا اور وہی اس کے قوانین کا منبع و مرجع ہوگا''۔ جنرل صاحب نے علامہ اقبال کے جس شعر کے ساتھ اپنی تقریر کا اختتام کیا وہی شعر ان کی تقریر کی نفی کر رہا تھا۔ ملت کا نظریہ مسلمانوں کی تنہائی میں مضمر نہیں ہے اور جنرل صاحب ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگا کر اپنی ملت اسلامیہ سے علیحدگی کا اعلان کر رہے ہیں۔ شاید اسی لئے علامہ نے کہا تھا:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ

اور چونکہ جنرل صاحب علامہ اقبالؒ سے خاصے متاثر ہیں تو ان کے اس سوال کا جواب بھی علامہ اقبالؒ نے ہی دیا ہے کہ سیاست کو مذہب سے علیحدہ رکھا جائے گا۔ علامہ فرماتے ہیں:

''جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی''

امریکہ کے دباؤ میں آ کر...... سب کچھ بھولنے والوں کو یاسر عرفات کی مثال سامنے رکھنی چاہیے کہ جنہوں نے امریکہ اور اسرائیل کو خوش کرنے کیلئے اپنے ہی لوگوں کو قتل کرنے سے بھی اجتناب نہیں کیا مگر مطالبات کی فہرست ہے کہ ختم یا کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہی جاتی ہے اور آج نوبت بہ ایں جا رسید کہ وہ ایک کمرے تک محدود کر دیئے گئے ہیں۔

(بشکریہ: روزنامہ ''نوائے وقت'' ۱۹ جنوری ۲۰۰۲ء)

ملک احمد سرور

حرامی کون......؟

(امریکی دانش وروں کی گالیوں کے جواب میں)

اس مضمون کے نوٹس میں نے اس وقت لئے تھے جب پاکستان کے ضمیر فروش حکمرانوں نے ایمل کانسی کو ۲۰ لاکھ ڈالر کے عوض امریکہ کے حوالے کر دیا تھا اور امریکی اٹارنی جنرل نے اس پر کہا تھا کہ امریکی حکومت نے پاکستان کو اتنی بڑی رقم کیوں دی ہے کیونکہ پاکستانی تو اپنی ماں بہن کو معمولی رقم پر فروخت کر دیتے ہیں۔ مگر اس وجہ سے ان نوٹس کو مضمون کے قالب میں نہ ڈالا کہ ''بیدار ڈائجسٹ'' منفی کے بجائے مثبت اقدار کو فروغ دینے کی پالیسی پر عمل کرتا ہے۔ ۱۱ ستمبر کے بعد امریکی حکمرانوں اور دانشوروں نے امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد، حضرت اسامہ بن لادن اور دیگر مجاہدین اسلام کے خلاف جو زبان استعمال کی ہے اس نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں ''بیدار ڈائجسٹ'' کی پالیسی سے ہٹ کر گورے صلیبیوں کو ان کا اصل چہرہ دکھاؤں۔ امریکہ کے خونخوار بھیڑیئے بش نے حضرت اسامہ کو ''خرگوش'' کہہ کر ان کی تضحیک کی ہے تو بھیڑیئے کی کابینہ کے سؤر وزراء امیر المومنین حضرت ملا محمد عمر مجاہد کا تمسخر اڑاتے ہیں' یہی صورت ڈاکوؤں کی اولاد امریکی دانشوروں کی ہے جو ان مسلم ہیروز کو دہشت گرد' قاتل' بھگوڑے' بدمعاش' بدکار' خونی' جرائم پیشہ' فسادی' جنونی' شر کے پتلے اور دیگر گالیوں نما الفاظ اور گالیوں سے ملقب کر رہے ہیں۔ میں زیادہ حوالے نہیں دوں گا بلکہ دانشوروں کی تحریروں سے صرف چار حوالے نقل کروں گا۔

۱۔ سٹیوڈن لیوز' کا تعلق ''نیو یاک پوسٹ'' سے ہے۔ یہ کہتا ہے ''KILL THE BASTARDS......'' یعنی ان مسلمان حرامزادوں کو قتل کر دو یا زہر دے کر ختم کر دو''

۲۔ چارلس کراتھ ہیمر ''واشنگٹن پوسٹ'' کا صحافی ہے۔ اس کا کہنا ہے ''ان (مسلمان) حرامزادوں نے ہمارے پانچ ہزار لوگ قتل کر دیئے اور اگر ہم انہیں نہیں مٹاتے تو وہ ہمارے مزید لوگوں کو قتل کریں گے''۔

۳۔ تھامس فریڈ مین کا تعلق ''نیو یارک ٹائمز'' سے ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دہشت گردوں کے خلاف جنگ میں تمام اصول بھولنا ہوں گے''۔

۴۔ ''نیشنل ریویو'' سے تعلق رکھنے والی خاتون صحافی این کولٹر کہتی ہے ''امریکہ کو دہشت گرد ممالک پر قبضہ کر لینا چاہیے' ان کے عوام کو زبردستی عیسائی بنا دینا چاہیے''۔

مذکورہ حوالے میں نے امریکہ میں مقیم روزنامہ ''نوائے وقت'' کے کالم نگار اسرار احمد کسانہ کے کالم سے لئے ہیں۔

آخری دو حوالوں کہ عملاً دہشت گرد کون ہیں عیسائی یا مسلمان؟ اس کا جواب تو ''بیدار'' کے صفحات میں مسلسل دیا جا رہا ہے اور ان شاء اللہ آئندہ شماروں میں صلیبی دہشت گردی کی پوری تاریخ قسط وار بیان کی جائے گی۔ ذیل کی سطور میں صرف ''حرام زادے کون؟'' کے حوالے سے لکھا جائے گا۔

مسلم معاشرہ اس وقت اپنے خراب ترین دور میں بھی عزت و عصمت اور حلال النسل کے معاملے میں اپنی مثال آپ ہے۔ مسلم دنیا کے کسی ملک میں بھی حرامی بچوں کا تناسب ایک فی ہزار بھی نہ ہو۔ شاید ایک فی لاکھ بھی نہ ہو۔ بوسنیا ایک یورپی مسلمان ملک ہے صلیبیوں نے جنگ کے دوران تعلیمات مسیح کو پاؤں تلے روندتے ہوئے عصمت دریوں کی انتہا کر دی، ہسپتالوں کی رپورٹ کے مطابق اس تشدد کا شکار ہونے والی غیر شادی شدہ لڑکیاں ۹۰ فیصد سے زیادہ کنواری پائی گئیں۔ یہ اس مسلمان ملک کا حال ہے جو اسلامی تعلیمات سے آشنا مغربی تہذیب میں رنگا ہوا تھا۔ اس کے مقابلے میں صلیبی دنیا کا کیا عالم ہے؟ صلیبی دنیا اس سے آگاہ ہے۔ مبالغہ آرائی بھی کر لیں تو بمشکل ۱۵ تا ۲۰ فیصد لڑکیاں شادی کے وقت کنواری ہوتی ہیں بلکہ ایک سروے رپورٹ کے مطابق برطانیہ میں ۹۰ فیصد سے زیادہ لڑکیاں شادی سے پہلے حاملہ یا پھر جنسی تعلق سے لطف اندوز ہو چکی ہوتی ہیں۔ برطانیہ میں ایک ہزار جوڑوں میں سے صرف ۶.۸ فیصد شادی کرتے ہیں باقی معاہدے کے تحت اکھٹے رہتے ہیں اور حرامی بچوں کو جنم دیتے جنہیں وہ ''حلالی'' کہتے ہیں۔ شمالی یورپ میں مجموعی طور پر ۵۰ فیصد بچے کنواری ماؤں کے ہوتے ہیں۔ ۱۹۹۲ء میں امریکہ میں ۱۹ سال سے کم عمر لڑکیوں نے جن بچوں کو جنم دیا ان میں ۶۵ فیصد حرامی تھے۔ حرامی بچوں میں برطانیہ میں ۳۰ فیصد بچے کنواری ماؤں کے ہوتے ہیں۔ رش لم باؤگ (RUSH LIMBAUGH) امریکہ میں ریڈیو ٹی وی کا ایک معروف مبصر تھا، (شاید اب بھی ہو) اس کے مطابق سویڈن میں ناجائز بچوں کی تعداد ۵۲ فیصد ہے۔ واشنگٹن پوسٹ کے ایک کالم نگار تھامس کے ایک سروے کے مطابق امریکہ میں زنا میں ملوث ۵۰ فیصد لڑکیاں ۱۸ سال سے کم عمر ہوتی ہیں اور 25 فیصد تو ۱۲ سال سے بھی کم عمر ہوتی ہیں ایک اور سروے رپورٹ کے مطابق ۱۲ سال سے کم عمر بچیوں میں ۲۰ فیصد اپنے باپوں کی ہوس کا شکار ہوتی ہیں۔ یہ اعداد و شمار ۱۹۹۲ء کے ہیں، اب صورتحال کہیں زیادہ خراب ہے۔ جون ۱۹۹۱ء میں امریکہ کے چلڈرن ڈیفنس فنڈ کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ہر ۲۷ منٹ بعد ۱۹ سال سے کم عمر لڑکی حرامی بچے کی ماں بنتی ہے۔ (مذکورہ بالا اعداد و شمار پڑھتے ہوئے ایک بات ذہن میں رکھیں کہ امریکہ و یورپ میں باہم رضامندی سے زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کو اگر باپ تسلیم کر لے تو وہ حرامی شمار نہیں ہوتا۔ امریکہ و یورپ میں حلالی بچوں میں اکثریت ایسے ہی حرامیوں کی ہوتی ہے۔)

روزنامہ ''جنگ'' یکم مئی ۱۹۸۴ء کی ایک خبر کے مطابق نیو یارک میں ایک ۴۳ سالہ ماں نے اپنے بیٹے سے شادی کر لی۔ ہوا یوں کہ خاتون ''میری'' نے سترہ سال کی عمر میں ایک بچے ڈینی کو جنم دیا۔ وہ سات سال کا تھا جب وہ اس سے لاتعلق ہو گئی۔ یہ حرامی بچہ خیراتی اداروں میں پڑھ کر جوان ہوا۔ ۲۶ سال کی عمر میں اس کا تعارف ''میری'' سے ہوا۔ وہ جانتی تھی کہ ڈینی

اس کا بیٹا ہے، اس کے باوجود اس نے اس سے شادی کر لی۔

۲۷دسمبر ۱۹۹۱ء ''جنگ'' جمعہ میگزین کی خبر بھی بڑی دلچسپ بلکہ شرمناک ہے۔ امریکہ کے ٹام گرین نے پہلے د عورتوں سے شادیاں کیں اور بعد میں ان کی تین بیٹیوں سے بھی شادی رچالی۔ پہلے اس نے تیمہ نامی بیوہ سے شادی کی جس کی ایک بیٹی لنڈا بھی اس کے ساتھ آ گئی۔ پھر ٹام نے ایک اور بیوہ سے شادی کی جس کی دو بیٹیاں ماں کے ساتھ آئیں۔ دونوں بیویاں اپنے شوہر ٹام کے حسن سلوک سے بہت متاثر ہوئیں اور اپنی بیٹیوں سے ٹام کا عشق دیکھ کر انہوں نے یکے بعد دیگرے اپنی بیٹیوں کی شادیاں بھی ٹام سے کر دیں (حرامی بچوں کے تفصیلی اعداد و شمار اور جنسی عیاشیوں کے حوالے سے مزید تفصیل کے لئے ماہنامہ ''بیدار ڈائجسٹ'' کا شمارہ فروری، مارچ اور ستمبر ۹۵ کا مطالعہ کریں)

ذیل میں گوری صلیبی دنیا کے چند نامور حرامیوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

پوپ الیگزینڈر ششم، شہزادی لوکریشیا بورجیا اور سیزر بورجیا

پوپ الیگزینڈر ششم جس کا اصل نام راڈریگو بورجیا تھا۔ جنوری ۱۴۳۱ء میں سپین میں پیدا ہوا۔ وہ ۱۴۹۲ء پوپ چنا گیا۔ اس زمانے میں پوپ کا خاندان شاہی مراعات کا مالک ہوتا تھا۔ راڈریگو بورجیا کلیسائی شہزادہ ہونے کے باعث عیاشی میں کہیں آگے تھا اور لوکریشیا کی ماں وانوزا کیٹانی اس کی کئی داشتاؤں میں سے ایک تھی، یعنی لوکریشیا ایک حرامی بچی تھی۔ لوکریشیا کے لغوی معنی تو عصمت مآب کے ہوتے ہیں مگر لوکریشیا اپنے باپ سے بھی زیادہ عیاش تھی۔ وانوزا کیٹانی کا ایک بیٹا سیزر بورجیا بھی تھا یعنی یہ بھی حرام زادہ تھا مگر اس کے باوجود کلیسا کا ایک اہم عہدیدار تھا۔ پوپ نے ۱۴۹۸ء میں ویٹی کن میں ایک محفل منعقد کی۔ جنسی خرمستیوں کی اس محفل میں عمائدو اکابر کلیسا کے علاوہ پوپ کا حرامی لڑکا سیزر اور حرامی شہزادی لوکریشیا بھی شریک تھی جو اس وقت ۱۸ سال کی تھی۔ اس جنسی محفل کے نتیجے میں اس نے ایک حرامی بچے کو جنم دیا۔ ۱۵۰۱ء میں پوپ الیگزینڈر کے جاری کئے گئے فرمان کے مطابق لوکریشیا کے حرامی بیٹے کا باپ لوکریشیا کا سگا بھائی سیزر تھا۔ لوکریشیا نہایت خوبصورت تھی اور کتب میں لکھا ہے کہ وہ ۱۲ سال کی عمر میں ہی جنسی دنیا میں داخل ہو گئی تھی۔ سیزر کے علاوہ ایک دوسرے بھائی کے بھی اس سے ناجائز تعلقات تھے جسے سیزر نے رقابت میں قتل کرا دیا۔ پوپ الیگزینڈر ششم کے ایک دوسرے فرمان کے مطابق وہ اپنے نواسے کا باپ خود تھا یعنی اس کے اپنی خوبصورت بیٹی کے ساتھ اپنے ناجائز تعلقات بھی تھے۔ (بحوالہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا) پوپ کے اپنے اعتراف کے مطابق اس کی چار تسلیم شدہ ناجائز اولادیں تھیں، غیر تسلیم شدہ کی تعداد کا اندازہ کسی کو نہیں۔ پوپ لوکریشیا کو اپنی تسکین کے لئے نہ صرف خود استعمال کرتا رہا بلکہ اس نے اسے سیاسی رشوت کے طور پر بھی بہت استعمال کیا۔ لوکریشیا، سیزر اور پوپ کی داستان انتہائی حیا سوز ہے اور تاریخ کے خبیث ترین آٹھ مردوں اور عورتوں میں شامل ہے۔ یہ ہے گورے صلیبیوں کا ایک اعلیٰ ترین مذہبی اور شاہی خاندان۔ پوپ کلیمنٹ ہفتم خود ولد الزنا یعنی حرام زادہ تھا (بحوالہ ''نیو ورلڈ آرڈر'' از امجد حیات ملک)

روس کی ملکہ کیتھرائن دی گریٹ اٹھارویں صدی میں روس کی ملکہ کیتھرائن دی گریٹ انتہائی عیاش تھی۔اس سے قبل ایک ملکہ کیتھرائن اول بھی گزری ہے جس کا اصل نام مارتھا تھا۔پیٹر کی داشتہ تھی، حرامی بچی کو جنم دینے کے بعد کلیسا جا کر مارتھا کا نام بدل کر کیتھرائن الیکسیو نا رکھ دیا گیا اور اسے زار روس کے بیٹے الیکیس کی منہ بولی ماں بنا دیا گیا۔۱۷۲۴ء میں اسے ''شہنشاہ بیگم'' کا خطاب ملا۔تاجپوشی کے چند ماہ بعد ہی شاہی خواب گاہ کے نوجوان محافظ ولیم مونس سے اسکے تعلقات قائم ہو گئے..... یہ اپنے شوہر کے انتقال کے بعد دو سال تک حکمران بھی رہی۔کیتھرائن دی گریٹ کا اصل نام صوفیہ تھا۔ملکہ الزبتھ ۱۷۴۲ء میں روس کے تخت پر قابض ہوئی تو اس نے اپنے بھانجے پیٹر کو جو پیٹر اعظم کی بیٹی اور الزبتھ کی دوسری بہن این کے بطن سے تھا کو اپنا جانشین بنانے کا فیصلہ کیا اور شہزادی جونا کی بیٹی صوفیہ سے اس کی شادی کرا دی جو بعد میں کیتھرائن دی گریٹ کے نام سے معروف ہوئی۔انتہا کی عیاش تھی۔اس کے منظور نظر بستری محبوبوں اور عاشقوں کی تعداد بعض سوانح نگاروں نے ۲۱ اور بعض نے ۸۰ لکھی ہے۔کیتھرائن نے جس پہلے بچے پال کو جنم دیا وہ حرامی تھا۔اور کیتھرائن نے اپنی یادداشتوں میں خود تسلیم کیا ہے کہ پال کا باپ اس کا عاشق سر جی سولٹیکوف تھا.... دوسری بچی کو جنم دیا وہ بھی حرامی تھی، تیسرا بچہ بھی حرامی تھا کتب میں ہر بچے کے اصل باپ کا نام لکھا ہے اور یہ کیتھرائن کی یادداشتوں سے نقل کئے گئے ہیں۔الزبتھ کے انتقال کے بعد کیتھرائن کا شوہر ''پیٹر سوم'' کے لقب سے تخت نشین ہوا تو تھوڑے ہی عرصہ بعد کیتھرائن نے اپنے عاشقوں کے ذریعے اس سے زبردستی دستبرداری کے محضر پر دستخط لئے اور قید کر دیا جہاں چند دن بعد اسے قتل کر دیا گیا۔

ملکہ بننے کے بعد اس کی عیاشیوں میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔اس صلیبی ملکہ کی عیاشیوں کی داستانیں اس قدر فحش اور حیا سوز ہیں کہ ''بیدار'' کے اندر ہم ان کی تلخیص بھی نہیں دے سکتے۔۶۷ سال کی عمر میں جب وہ مر رہی تھی تو اس وقت بھی ایک نوجوان اس کی خدمت میں حاضر تھا۔

پادریوں اور ننوں کی حرام کاریاں پندرھویں صدی کا اسقف ''جان سالٹز بورگ'' کہتا ہے کہ ''میں نے بہت تھوڑے راہب اور پادری ایسے پائے ہیں جو عورتوں کے ساتھ حرامکاری کے عادی نہ ہوں..... اور راہباؤں کی خانقاہیں رنڈیوں کے چکلوں کی طرح حرامکاری کے اڈے بنی ہوئیں ہیں''۔مختلف اوقات میں چرچوں میں جنسی جرائم کے حوالے سے بچوں اور ننوں کی عصمت دری کے جو اعداد و شمار رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں وہ انتہائی ہولناک ہیں۔جب ہم مسلم ممالک کی مساجد اور دینی مدارس کو دیکھتے ہیں تو صلیبی چرچوں کے مقابلے میں جنسی جرائم کا تناسب اگر ۲۰۰ گنا کم نہیں تو ۱۰۰ تو ضرور کم ہے۔ہمارے ہاں یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں مولوی کسی بے حیائی میں ملوث ہے تو اس کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے، کم از کم اسے کسی مسجد اور مدرسے میں کوئی جگہ نہیں ملتی مگر صلیبی دنیا کے انداز نرالے ہیں کہ وہاں حرامزادے پوپ، پادری اور حرامزادیاں ملکائیں اور ننیں بن جاتی ہیں۔

سپین اور ہنگری کے حرامی مہم جو

سپین فرانسسکو پزارو (FRANCISCO PIZZARO) جس نے جنوبی امریکہ کی انقا سلطنت (INCA EMPIRE) کو فتح کر کے وہاں قدیم تہذیب کا خاتمہ کیا تھا وہ ولد الزنا یعنی حرامی تھا۔ ہرنان کورٹیز (HERNAN CORTEZ) جس نے میکسیکو اور اس کے گرد ونواح میں واقع ازتق سلطنت کو فتح کیا تھا وہ ایک حرامی شخص کی اولاد تھا۔ یورپ کا ایک ہیرو جرنیل ہنیاڈی (HUNYADI) ہنگری کے جسمنڈ شاہ کا حرامی بیٹا تھا اور اس کے حرامی ہونے کا ذکر پول نے اپنی تاریخ میں بھی کیا ہے۔ وہ حرامیوں ہی کی طرح بدتہذیب اور خونخوار تھا۔

یہ تو محض چند مثالیں بطور نمونہ نقل کی ہیں ورنہ جس ملت میں ۵۰ تا ۶۰ فیصد بلکہ اس سے بھی زیادہ بچے حرامی ہوں اس کے حکمرانوں اور دانشوروں کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے کہ ان میں کتنے جائز اور کتنے حرام زادے ہیں؟ جس ملت میں راسپوٹین شاہی عورتوں کا پیر ہو وہاں شاہی خواتین کی پاکدامنی کا ذکر کون کر سکتا ہے؟ حیرت ہے کہ اس حرامی ملت کے دانشور مسلمان مجاہدین کو ''حرامزدے'' کہہ کر مخاطب کر رہے ہیں جو شرم وحیا کی پیکر خواتین کے فرزند ہیں۔ یہ ان ماؤں کے فرزند ہیں جن کی طرف کوئی غیر محرم آنکھ دیکھنے کی جرات نہیں کر سکتی۔ مغرب کو کیا پتا عصمت، شرم اور حیا کس چیز کا نام ہے؟ امریکی دانشوروں کو یہ حقیقت جان لینی چاہیے کہ حرامزادے صرف گورے صلیبیوں میں پائے جاتے ہیں، ملت اسلامیہ میں ان کا کوئی وجود نہیں۔ اس لئے اگر حرامزادوں کو مارنا ہے تو یورپ وامریکہ پر ایٹم بموں کی بارش کر دو کہ انہی خطوں میں حرامی آباد ہیں۔

گزشتہ تین صدیوں کی فتوحات جو مسلمان صلیبی گماشتوں کے ذریعے انہیں ملی ہیں، اس سے گوروں کا دماغ خراب ہو گیا ہے اور یہ اپنا حرامی ہونا ہی نہیں بلکہ اپنی اوقات بھی بھول گئے ہیں۔ یہ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کر لیتے تو یوں متکبر نہ ہوتے۔ یہ انہی گوروں کے آباء حکمران تھے جو اپنی بیٹیاں اور بہنیں دے کر اپنی جان بچایا کرتے تھے۔ گرینڈ چانسلر کنٹا کوزین قسطنطنیہ کا شہنشاہ تھا جس نے اپنی بیٹی شہزادی تھیوڈورا کو عثمانی سلطان اورخان کے حرم میں داخل کر کے اپنی دوستی کا اظہار کیا تھا۔ بلغاریہ کے باشاہ نے اپنی عثمانی سلطان مراد اول کے حضور بطور نذر بھیجی۔ لین پول لکھتا ہے کہ ''بلغاریہ کے بادشاہ اپنے مفتوح ہونے کا انتظار بھی نہ کیا بلکہ اس سے پہلے ہی بڑی عاجزی کے ساتھ اس نے مراد سے رحم کی بھیک مانگی اور اپنی ایک بیٹی اس کے سپرد کر دی''۔ سربیا کے بادشاہ اسٹیفن نے اپنی بہن شہزادی ڈسپینا (DESPINA) سلطان بایزید یلدرم کو پیش کی۔ ایسی ان گنت مثالیں تاریخ میں موجود ہیں۔ کیا صلیبی تاریخ کسی اسامہ اور ملا عمر کی مثالیں پیش کر سکتی ہے۔ صلیبیوں کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ بازی الٹنے والی ہے اور ان شاء اللہ اس کرہ ارض کو حرامیوں ظالموں، متکبروں اور حقیقی دہشت گردوں سے پاک کر دیا جائے گا۔

(ماہنامہ ''بیدار ڈائجسٹ'' لاہور، جنوری ۲۰۰۲ء)

نوید احمد

اگر طالبان حق پر تھے تو اللہ کی مدد کیوں نہ آئی؟

طالبان کی پسپائی کے بعد اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اگر طالبان واقعی حق پر تھے تو ان کیلئے اللہ کی مدد کیوں نہ آئی؟ پہلے ہمیں اس بات کا غیر جانبداری سے جائزہ لینا ہوگا کہ کیا واقعی طالبان حق پر تھے یا انہوں نے محض دین کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا اور حقیقت میں وہ بھی دنیادار تھے! حسب ذیل حقائق اس پر گواہ ہیں کہ "طالبان واقعی حق پر تھے"

۱) طالبان کو افغانستان کے جتنے حصہ پر بھی کنٹرول حاصل ہوا، انہوں نے وہاں ممکنہ حد تک شریعت اسلامی کو نافذ کیا۔

۲) یہ شریعت اسلامی کے نفاذ کی برکات تھیں کہ طالبان کے زیر قبضہ علاقوں میں ایسا مثالی امن و امان قائم ہوا جس کی تعریف علامہ اقبالؒ کے فرزند جسٹس (ریٹائرڈ) جاوید اقبال جیسے سیکولر سوچ رکھنے والے دانشور نے بھی کی۔

۳) طالبان کی قیادت کو قریب سے دیکھنے والوں نے ان میں وہی عاجزی، فقر اور درویشی محسوس کی جس کی اعلیٰ ترین جھلک دور خلافت راشدہ کے عمائدین میں نظر آتی تھی۔

۴) اسامہ بن لادن اور القاعدہ کے مجاہدین کے حوالے سے طالبان نے بار بار کہا کہ یہ مجاہدین یہاں صرف جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کیلئے موجود ہیں اور اسی مقصد کیلئے اپنے ملکوں کی اعلیٰ سہولیات چھوڑ کر افغانستان میں ایک پر صعوبت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ لوگ افغانستان کی سرزمین کو دنیا کے کسی بھی خطے میں تخریبی کارروائی کے لئے استعمال نہیں کر سکتے۔

۵) طالبان نے امریکہ کو یقین دہانی کرائی کہ اگر اسامہ بن لادن یا القاعدہ کے مجاہدین کے خلاف ثبوت فراہم کر دیئے جائیں تو ان کے خلاف مقدمات چلائے جائیں گے۔

۶) طالبان نے واضح کیا کہ اگر امریکہ ثبوت فراہم نہیں کرتا تو یہ بات غیرت، حمیت اور اخلاقیات کے تمام اصولوں کے خلاف ہے کہ اپنے ان محسنوں کو امریکہ کے حوالے کر دیا جائے جنہوں نے روس کے خلاف اور امارت اسلامیہ کی حفاظت کیلئے مال و جان سے جہاد کیا۔

۷) ایسے میں جبکہ مغربی اقوام افغان عوام پر آگ برسا رہی تھیں، طالبان نے اقوام متحدہ کے امدادی کارکنوں کے ساتھ حسن سلوک کیا اور ان کو رہا کر کے اعلیٰ اسلامی روایات کا مظاہرہ کیا جس کی تعریف دشمنوں کو بھی کرنا پڑی۔

اب دوسری طرف امریکہ کے ظالمانہ، غیر منصفانہ، جابرانہ اور متکبرانہ رویہ کے حسب ذیل مظاہر ملاحظہ فرمائیں:

۱) امریکہ کی طرف سے ۱۱ ستمبر کے واقعات کی کوئی معروضی تحقیق و تفتیش منظر عام پر نہیں لائی گئی۔ امریکہ کی حفاظت پر مامور کسی ایجنسی یا ادارے کے سربراہ سے اتنی بڑی کوتاہی پر کوئی وضاحت طلب نہیں کی گئی نہ ہی ایسے کسی منصب دار نے استعفیٰ دیا۔ اول

روز ہی سے بغیر کسی ثبوت کے، ۱۱ ستمبر کے حوادث کا ذمہ دار اسامہ بن لادن اور القاعدہ تنظیم کو قرار دے دیا گیا۔

۲) امریکہ نے بعدازاں جو ثبوت فراہم کئے، ان پر مغربی پریس نے تبصرہ کیا کہ یہ ثبوت اس قابل بھی نہیں کہ ان کی بنیاد پر کوئی مقدمہ کسی عدالت میں سماعت کیلئے دائر کیا جا سکے۔

۳) پھر امریکہ نے یہ ناکافی ثبوت طالبان کو فراہم نہیں کئے جن کی تحویل میں اس کے مؤقف کے مطابق ملزمان موجود تھے۔

۴) طالبان کی شوریٰ نے جب اسامہ بن لادن کو افغانستان سے رضاکارانہ طور پر چلے جانے کا مشورہ دیا تو امریکہ نے فوراً ہی اس فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے مطالبات کی فہرست بڑھا دی تاکہ طالبان ان مطالبات کو پورا نہ کر سکیں اور اسے طالبان کے خلاف کارروائی کا جواز مل جائے۔

۵) امریکہ نے یک طرفہ طور پر خود ہی ''منصف'' بن کر طالبان کو موردالزام ٹھہرایا اور افغانستان پر وحشیانہ بمباری کرتے ہوئے ہزاروں بے قصور شہریوں کو شہید کیا۔ ایک ماہ سے زائد عرصہ تک درندگی کا مظاہرہ کرنے کے باوجود امریکہ طالبان کے خلاف کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ امریکہ کی سفاکی پر دنیا بھر میں اس کے خلاف مظاہرے ہوئے۔ امریکہ نے اپنی جھوٹی انا کی تسکین کیلئے پہلے کلسٹر بموں سے Carpet Bombing کی اور بالآخر ۱۵ ہزار پونڈ وزنی ڈیزی کٹر بم کا استعمال شروع کر دیا جو زمین سے تین فٹ کی بلندی پر دس ہزار فارن ہائیٹ کے درجہ حرارت پر کیمیاوی مواد کو ایک ایسے آتشی بادل کی شکل میں جنم دیتا ہے جو ایک میل تک کے دائرے میں ہر شے کو بھسم کر دیتا ہے۔ اگر طالبان پسپائی اختیار نہ کرتے تو شائد امریکہ ایٹمی حملہ کرنے سے بھی باز نہ آتا کیونکہ اسی کا جواز پیدا کرنے کیلئے اینتھراکس کے وائرس کا شوشہ چھوڑا گیا تھا۔

طالبان نے امریکی حملے کا جس پامردی کے ساتھ مقابلہ کیا، وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ بقول شاعر ؎

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر — مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

طالبان کی پامردی کے قابل ذکر پہلو یہ ہے:

۱) امریکہ طالبان کے کسی بھی نمایاں رہنما کو ہلاک یا گرفتار نہ کر سکا۔

۲) طالبان کے کسی بھی اہم رہنما نے ملا عمر سے تعلق منقطع نہ کیا۔

۳) ایک ماہ تک امریکہ طالبان سے ایک انچ جگہ بھی حاصل نہ کر سکا۔

۴) شدید طاقت کے استعمال کے باوجود طالبان نے ظالم امریکہ کے سامنے سر جھکانے سے صاف انکار کر دیا بلکہ سر کٹا کر ظالم کا چہرہ بے نقاب کر دیا۔ ؎

سودا، قمار عشق میں مجنوں سے کوہ کن — بازی اگرچہ لے نہ سکا سر تو کھو سکا

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز — تجھ سے تو اے روسیاہ! یہ بھی نہ ہو سکا

۵) طالبان نے افغان عوام کو ایٹمی تباہی سے بچانے کیلئے پسپائی اختیار کر کے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا لیکن اصل بات یہ ہے کہ وہ

ہار کر بھی جیت گئے۔

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگادوڈر کیسا گر جیت گئے تو کیا کہنا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں

طالبان اگر حق پر تھے تو اللہ کی مدد کیوں نہیں آئی، اس حوالے سے ذرا تاریخ کے مندرجہ ذیل واقعات پر غور فرمایئے:

۱) ابولہب نبی اکرم ﷺ کو اذیتیں دینے میں تمام کفار سے آگے تھا۔ سورۂ لہب میں جو مکی دور کے اوائل میں نازل ہوئی، اس کی بربادی کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ لیکن اس ملعون کو طویل عرصہ تک شرارتیں کرنے کی مہلت ملی رہی اور وہ جنگ بدر کے بعد جہنم واصل ہوا۔

۲) صحیح بخاری کی روایت ہے کہ ۵ نبوی میں عقبہ بن ابی معیط نے ابوجہل کی خواہش پر عمل کرتے ہوئے عین سجدے کی حالت میں نبی اکرم ﷺ پر اونٹ کی اوجڑی ڈال دی۔ حضرت فاطمہؓ نے آ کر نبی اکرم ﷺ کو اس اذیت سے نجات دلائی۔ نبی اکرم ﷺ نے سجدے سے اٹھ کر عقبہ بن ابی معیط، ابوجہل اور دیگر کئی سرداران قریش کے خلاف بددعا کی۔ لیکن فوری طور پر اللہ کی مدد نہ آئی اور ان ظالموں نے ظلم وستم کا بازار گرم کئے رکھا۔ ۲ھ میں یعنی تقریباً ۱۰ سال بعد بدر کے میدان میں یہ ظالمین بدترین عذاب کا شکار ہوئے۔ (''الرحیق المختوم''، صفحہ ۱۲۵)

۳) صحیح بخاری ہی کی روایت ہے کہ بنی غطفان کے قبائل نے ۴ھ میں اصحاب صفہ میں سے ۷۰ صحابہؓ کو دھوکہ سے لے جا کر شہید کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان ظالموں کے خلاف کئی روز تک بددعا کی لیکن ان کو سزا تین سال بعد یعنی ۷ھ میں ملی (''الرحیق المختوم''، صفحہ ۳۹۸)

۴) اسی طرح کئی انبیاء پر ظالمین طویل عرصہ تک ظلم کے پہاڑ توڑتے رہے لیکن اللہ کی مدد فوری طور پر نہیں آئی، یہاں تک کہ رسولوں کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہوگیا۔ پھر کہیں جا کر اللہ کی مدد آئی اور ظالم اپنے انجام کو پہنچے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کیلئے مندرجہ ذیل آیات پر غور فرمایئے:

''کیا تم نے یہ سمجھا کہ تم داخل ہو جاؤ گے جنت میں جبکہ ابھی تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں پر آئے تھے۔ انہیں آن پکڑا سختیوں نے اور تکالیف نے اور وہ ہلا ڈالے گئے، یہاں تک کہ پکار اٹھے، رسول اور ان کے ساتھ اہل ایمان کہ کب آئے گی اللہ کی مدد؟ (کہا گیا) جان لو! اللہ کی مدد قریب ہے۔'' (البقرہ: ۲۱۴)

''یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہو گئے (لوگوں سے) اور خیال کیا، انہوں (یعنی لوگوں) نے کہ انہیں جھوٹی وعید سنائی گئی تھی (عذاب کی) آ گئی ان (رسولوں) تک ہماری مدد، پھر ہم نے بچا لیا جس کو چاہا اور ہماری آفت ٹالی نہ جا سکی مجرموں سے''۔ (یوسف: ۱۱۰)

لہٰذا اگر طالبان حق پر تھے تو ضرور بالضرور اللہ کی مدد آئے گی اور مجرمین پر قہر الٰہی نازل ہوگا لیکن اس کیلئے کسی مدت کا تعین نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس آزمائش میں اللہ کی کوئی مصلحت پوشیدہ ہے، جس کی گہرائی اور دوررس ہونے کے پہلو کو ہم سمجھ نہیں سکتے۔

اخذ وترجمہ: سردار اعوان

طوطا چشم امریکہ

اینڈ ریو رابرٹس کا خیال ہے کہ جنرل مشرف نے مغرب پر بھروسہ کر کے اپنی پاؤں پر کلہاڑی ماری ہے۔ مغرب کے ساتھ اچھائی کی سزا اس دنیا میں نہ ملے، یہ ممکن نہیں۔ عربوں کے ہاں کہاوت ہے: ''مغرب کی مخالفت کرو تو وہ تمہیں خرید لیں گے، ان کا ساتھ دو تو وہ تمہیں بیچ دیں گے''۔

شاہ ایران، رضا شاہ پہلوی ساری عمر مغرب کی دوستی کا دم بھرتے رہے لیکن جنوری ۱۹۷۹ء میں جب انہیں پناہ کی تلاش میں ملک سے بھاگنا پڑا تو امریکہ نے انہیں اپنے ہاں علاج کی غرض سے داخلہ دینے سے بھی انکار کر دیا۔ چنانچہ اگلے ہی برس وہ قاہرہ میں ۶۰ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

وسطی امریکہ میں امریکی ایجنٹ اناسٹاسیو سوموزا (Anastasio Somoza) کو ۱۹۷۹ء میں نکارا گوا سے جہاں وہ اور ان کے والد کئی دہائیوں تک کمیونزم کے خلاف امریکہ کی جنگ لڑتے رہے تھے، ذلیل ہو کر نکلنا پڑا تو انہوں نے اگلے سال پیرا گوئے میں جان سے تو ہاتھ دھو لئے مگر انہیں امریکہ میں رہنے کی اجازت نہ ملی۔ البتہ فلپائن میں ۲۰ برس تک کمیونزم کا راستہ روکے رکھنے والے فرڈیننڈ مارکوس اس لحاظ سے خوش نصیب ثابت ہوئے کہ ۱۹۸۶ء میں جب امریکہ کو ان کی مزید ضرورت نہ رہی تو انہیں زندگی کے بقیہ ایام ہونولولو میں بسر کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی گئی جہاں تین سال بعد وہ اس دنیا سے کوچ کر گئے۔

انگولا میں یونٹا (Unita) کے باغی لیڈر، جونس سومبی (Jonas Savimbi) کو لگ بھگ چوتھائی صدی اس خطے میں امریکی مفادات کی لڑائی لڑنے کے بعد ۱۹۹۲ء میں امریکہ نے مارکسسٹ MPLA حکومت کے ساتھ صلح کر لینے کا کہہ کر اس کی مالی امداد سے ہاتھ کھینچ لیا تو اسے تنہا یہ لڑائی جاری رکھنے پر مجبور ہونا پڑا۔ جنرل مینوئیل نوریگا ۱۹۹۲ء سے جس جرم کی پاداش میں ۴۰ سال قید کی سزا بھگت رہے ہیں، اس کا سی آئی اے کو بخوبی علم تھا لیکن اس کے باوجود امریکہ نے اسے کمیونسٹ مخالف آلہ کے طور پر استعمال کیا (گویا اپنے مقاصد کے حصول کیلئے کسی جرائم پیشہ شخص کو ساتھ ملانا کوئی برائی نہیں) جنرل اگاستو پنوچے کو، جنہوں نے ۱۹۷۳ء میں کمیونزم اور خانہ جنگی کے خلاف چلی کا دفاع کیا تھا، برطانیہ میں پورا ایک سال نظر بند رکھنے کے بعد وہاں سے نکال دیا گیا۔ چنانچہ جنرل پرویز مشرف کو مغرب سے ہرگز کسی خیر کی توقع نہیں ہونی چاہیے۔

(بشکریہ: The Spectator)

پروفیسر خالد شبیر احمد
(ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان)

مفکر احرار چودھری افضل حقؒ اپنے افکار کے آئینے میں

ذیل کا مقالہ مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمہ اللہ کی یاد میں دفتر مجلس احرار اسلام لاہور میں منعقدہ تقریب ۱۳ جنوری ۲۰۰۲ء کو پڑھا گیا۔

تقریب کی صدارت قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے کی جبکہ محترم نواب زادہ نصر اللہ خان مہمان خصوصی تھے۔

(مدیر)

دورِ غلامی کی جن شخصیتوں کے جوشِ جہاد اور جذبۂ جنوں نے مجھے حد سے زیادہ متاثر کیا ہے، ان میں مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ ایک ممتاز و منفرد مقام رکھتے ہیں۔ آپ تحریکِ خلافت کے دوران انگریز کی نوکری کو خیر باد کہہ کر میدانِ سیاست میں آئے اور پھر تادمِ آخر اپنے مخصوص انداز میں غلامی کے خلاف مصروفِ جہاد رہے۔ قدرتِ کاملہ نے آپ کو بھرپور صلاحیتوں سے نوازا تھا اور آپ نے ان صلاحیتوں سے ملک کی آزادی کی خاطر بے دریغ کام لیا۔ حتیٰ کہ خود بھی اس کام میں کام آئے۔ جیل میں انتہائی جبر و تشدد کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے بعد جب رہا ہوئے تو اس قدر لاغر ہو چکے تھے کہ صرف چند مہینوں میں ۸ جنوری ۱۹۴۲ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔ لیکن اس شان کے ساتھ کہ برملا کہنا پڑتا ہے۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

مفکرِ احرارؒ کا شمار ایسے لوگوں میں ہوتا ہے، جن کے نام اور کام کی مشعل ہمیشہ ہمیشہ کیلئے منور رہتی ہے اور زندہ قومیں جنہیں وہ مقام عطا کرتی ہیں جو ہر ایک کے نصیب کی بات نہیں۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

چودھری افضل حقؒ کے افکار میں انفرادیت ہے، ان کے پیغام میں ایک اضطراب ہے اور ان کی جدوجہد میں ایک خاص چمک...... یہی چمک دمک انہیں آج بھی روشن رکھے ہوئے ہے۔ اور لاکھوں دل ان کی عظمت کے گیت گانے میں ایک فخر محسوس کرتے ہیں۔

مولانا چراغ حسن حسرت نے آپ کی معروف تصنیف ''زندگی'' کے دیباچے میں یہ تاثر بیان کیا ہے۔ کہ اقبالؒ جیسے عظیم مفکر نے جو باتیں اپنی کتاب ''جاوید نامہ'' میں بیان کی ہیں وہی کچھ چودھری افضل حقؒ نے ''زندگی'' میں تحریر کر دیا ہے۔ مولانا تحریر کرتے ہیں۔

''یہ عجیب بات ہے کہ جن دنوں چودھری صاحب گوشۂ زنداں میں بیٹھے ''زندگی'' کی تصنیف میں مصروف تھے۔ مشرق کے مشہور حکیم اور شاعر علامہ اقبال'' ''ڈانٹے'' کی کتاب کا جواب لکھ رہے تھے۔ حضرت علامہؒ کی یہ تصنیف ''جاوید نامہ'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ دونوں کو پہلو بہ پہلو رکھ کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ ان کے مطالب میں بہت حد تک تشابہ و تماثل پایا جاتا ہے۔ دونوں میں اگر کوئی نمایاں فرق ہے تو وہی جو حکیم اور شاعر اقبالؒ اور زنداں نشین افضل حقؒ کے درمیان ہے۔ وہاں جو باتیں ہزاروں شاعرانہ اداؤں اور فلسفیانہ نکتہ سنجیوں کے ساتھ بیان کر دی گئیں ہیں، وہ یہاں سیدھے الفاظ میں کہہ ڈالی گئیں ہیں۔''

علامہ اقبالؒ کے افکار میں نمایاں بات حرکت اور عمل کی ہے۔ انہیں اسی نسبت سے حرکت کا شاعر کہا جاتا ہے لیکن اس حرکت اور عمل کا محرک، محور اور مرکز علامہ اقبالؒ کے ہاں بھی دین اسلام ہے وہ اسلام اور قرآن کے حوالے سے ہر بات کا جائزہ لیتے ہیں اور ہر مسئلے کا حل قرآن میں تلاش کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ کے نزدیک مسلمانوں کی پستی کا سبب محض قرآنی تعلیمات سے روگردانی ہے۔ اسی لئے علامہ اقبالؒ عظمت رفتہ کیلئے مسلمانوں کا قرآن کی طرف لوٹنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ بالکل یہی بات چودھری افضل حق رحمہ اللہ کی تحریروں میں بھی موجود ہے۔ لیکن فقط تحریروں میں ہی موجود نہیں بلکہ عمر بھر چودھری افضل حقؒ نے ایک مسلسل اور انتھک جدوجہد سے اس فکر کو عام کرنے کی کوشش بھی کی ہے، جس کی اساس قرآن پاک ہے۔ عمل کی اہمیت کے بارے میں مفکر احرارؒ اپنی کتاب ''دین اسلام'' کے دیباچے میں یوں تحریر کرتے ہیں۔

''قومیں جب عمل سے عاری ہو جاتی ہیں تو حسن عمل کی بجائے چند عقائد کو ذریعہ عمل بنا لیتی ہیں۔ اور سیدھی راہوں کو چھوڑ کر پیچیدہ اور فلسفیانہ موشگافیوں میں پڑ جاتی ہیں۔ زبان اور دماغ کام کرتے ہیں لیکن دل تاریک اور ہاتھ بے کار ہو جاتے ہیں''۔

آپ کا یہ قول موجودہ دور کے حالات پر کتنا صادق آتا ہے، جس ماحول اور معاشرے میں عمل کو چھوڑ کر عقائد کی بحث اور مناظرے ہوتے ہوں، وہاں ملی مقاصد پر نگاہ کیسے رہے؟ اسلام کی فرمانروائی، حکومتِ الٰہیہ کے قیام، اتحاد بین المسلمین کی بات شاید اب اتنی اہم نہیں، جتنی نور بشر اور حاضر ناظر کی بحث۔ دین سادہ اور سیدھا تھا، جس کو غلط مباحث نے اس قدر پر پیچ اور مشکل بنا دیا ہے کہ مسلمانوں کی نئی نسل حیران و ششدر ہو کر رہ گئی ہے کہ کسے ردّ کرے اور کسے قبول؟ مفکر احرارؒ نے غالباً اسی مشکل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دین کی سادگی کو کتنے سادہ انداز میں تحریر فرمایا ہے:

''اسلامی تعلیمات کے اس مرکزی نقطہ کو سامنے رکھ کر اسلام جمہور کا جمہوری مذہب ہے (یہاں ان الفاظ کو اس کے لغوی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے، اصطلاحی معنوں میں نہیں۔ لہٰذا کسی غلط فہمی کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں) اس لئے عقیدہ سیدھا اور سادہ ہونے کے علاوہ عمل میں کوئی پیچیدگی نہیں۔ نہ تین میں ایک، نہ ایک میں تین، نہ روح و مادہ کی بحث بس ایک خالق باقی سب مخلوق، نہ اس کے سوا کوئی نفع پہنچائے نہ ضرر، خالق نے مخلوق کی بہتری کیلئے بہترین آدمیوں کی معرفت ہر خاص و عام کو اپنا محبت بھرا پیغام پہنچایا کہ آپس میں محبت سے رہنا سیکھو، ایک دوسرے کی خدمت میں خوشی تلاش کرو یعنی اس دنیا میں اہل جنت کی خصوصیت کے حامل بنو جو دکھ دے گا وہ آخرت میں دکھ اٹھائے گا جو جتنی کسی کو آنچ پہنچائے، اسی قدر نارِ دوزخ میں جلایا جائے گا۔ جنت کی ٹھنڈک اپنے ہی عمل سے پیدا ہوتی ہے اور دوزخ کی آگ بھی اسی دنیا کی بداعمالی سے انسان ساتھ لے جاتا ہے''۔

دینی تعلیمات کے بارے میں مفکر احرار چودھری افضل حقؒ کی فکر منفرد نوعیت کی ہے وہ انوکھے انداز میں، معاشی ،معاشرتی صورت حالات پر ایک گہری نگاہ رکھتے ہوئے دین کی بات کرتے ہیں اور کبھی کبھی اس بات میں ایک ایسا تیکھا پن بھی موجود ہوتا ہے، جو قاری کے دل و دماغ میں تراز و ہو کر رہ جاتا ہے اور اسے عمل و فکر کی ترغیب دیتا ہے۔ کہ فی زمانہ دینی تعلیمات کو لوگوں کے سامنے کس انداز سے پیش کرنا چاہیے۔شاید یہی وجہ ہے کہ چودھری افضل حقؒ کا دین فہمی کا معیار عام مسلمانوں سے جدا اور مختلف ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ چودھری افضل حقؒ کو کس قدر عقیدت اور لگاؤ ہے،اس کا جواب آپ اُن کی کتاب ''محبوب خدا'' کے صفحات پر تلاش کر سکتے ہیں۔ادیبانہ انداز میں ایسی ایسی خوبصورت باتیں بیان کرتے ہیں کہ قاری عش عش کر اٹھتا ہے اور پڑھنے والے کے دل و دماغ پر ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔لیکن آپ کی طرز نگارش میں نمایاں معیار خوبی یہ بھی ہے کہ کی آپ کی ہر سطر سے آپ کا دین فہمی کا عمدہ اور اعلیٰ معیار ابھرتا نظر آتا ہے، جہاں آپ کی ادیبانہ طرز نگارش پڑھنے والوں کو مسحور کرتی چلی جاتی ہے،اس پر وہ پیغام بھی قاری کے دل و دماغ پر مسلط ہوتا نظر آتا ہے، جس کی اُن کے نزدیک اشد ضرورت ہے،اور جس فکر کے بغیر مسلمانوں کی مشکلات کا حل ہونا ممکن نہیں ہے۔''محبوب خدا'' کے ایک ورق پر حضور سرور کائنات ﷺ کے اوصاف حمیدہ کو کتنے پیارے ادیبانہ انداز میں پیش کرتے ہیں لیکن اس طرح کے اس فکر سے بھی قاری متعارف ہوتا چلا جاتا ہے، جس کیلئے آپ عمر بھر بے چین و مضطرب رہے۔ملاحظہ ہو:

''کون ایسا با کمال مصور ہے جو اپنے موئے قلم کی جنبشوں سے نواحِ عرب کے ایک پاکباز نوجوان کی تصویر کھینچے، جس کی حیا سے دنیا پارسائی کا سبق لے، جس کے لب قہقہہ سے نا آشنا ہوں، جس کا ہلکا تبسم اندھیرے کو اُجالا دے۔ہاں! مصور رنگوں کی آمیزش میں اعتدال پیدا کرنا، کہ پاک صورت میں نیک سیرت اس طرح جھلکتی نظر آئے کہ تصویر نور کا جلوہ دکھائی دے۔چہرے کے نقوش قلب کی بہترین کیفیتوں کے آئینہ دار ہوں۔روئے روشن سے فاتح کی شان پیدا ہو مگر نشانِ تکبر ہویدا نہ ہو۔وہ دنیا کو دکھوں میں مبتلا دیکھ کر اندوہگیں نظر آئے۔مگر زمانے کی تلخیوں کے سامنے سرنگوں نہ ہو۔

کوئی ایسی تصویر بنا جو مادیت کی آلودگیوں سے پاک اور اس پر وجدانی کیفیت اور روحانی سکوت طاری ہو۔لیکن اس پر عمل سے عاری انسان کا گمان نہ ہو سکے۔بلکہ اس کے سکوت میں ہنگامے پوشیدہ ہوں،اور اس کے دل کشا تیوروں میں مشکل کشائی کے ارادے چھپے ہوں۔وہ سادہ لباس میں ہو مگر آنکھوں میں قناعت کی کائنات بھری ہو۔اس کی بھرپور جوانی اور متناسب اعضاء اور محتاط عادات محفوظ زندگی کی شہادت دیتے ہوں۔

قد درمیانہ ہو، تا کہ نہ کسی کو کم تر اور نہ کوئی اسے حقارت سے دیکھے،اس کے رنگ میں اعتدال ہو۔تا کہ افریقہ کے کالے اور یورپ کے گورے کیلئے اس میں محبوبیت ہو۔اور دنیا کا نقشہ اس کے پاؤں تلے اس طرح بچھا ہو کہ رحمت کی ہواؤں سے اس کا دامنِ کرم اڑتا اڑتا عرب و عجم کو اپنے سائے میں لے لے''۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب	گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ	ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب

شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود فقر جنید بایزید، تیرا جمال بے نقاب

حضور اکرم ﷺ کی تعریف میں مگن اس بطل جلیل نے حضور ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں جو کچھ جانا، پرکھا، اُس کو قلم و قرطاس کے حوالے کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ عبادت وخدمت کی اہمیت آپ کے نزدیک کیا مقام رکھتی ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں:

''اے عزیزو! بعض اوقات عبادت کی کثرت خدمتِ خلق سے لاپروا کر دیتی ہے اور کبھی خدمتِ خلق کا جوش عبادتِ الٰہی سے غافل کر دیتا ہے۔ دونوں صورتیں نامناسب ہیں۔ ایک طرف رجحان ہو تو طبیعت پر بوجھ دے کر دوسری صورت قائم رکھنی چاہیے، خدمت اور عبادت دونوں پلڑے برابر رکھنے کا نام سلامتی اور اسلام ہے''

چودھری افضل حقؒ دینی تعلیمات کے بارے میں جو انداز اختیار کرتے ہیں، اسی انداز کو آج زمانے میں عام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ دین کی تبلیغ کیلئے حکمت اور دانائی کی ضرورت و اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے؟ اس حکمت و دانائی کا تقاضا ہے کہ قیامت تک کیلئے مکمل دین کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کیلئے دورِ حاضر کے تمام تقاضے اور انسانی مسائل پیش نظر رہیں۔ دین کو مسجدوں تک محدود کر دینا۔ دینی تعلیمات کو عملی زندگی میں داخل نہ ہونے دینا، دینی بصیرت کے سراسر خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چودھری افضل حقؒ ایک جامد دین کی بجائے، متحرک دین کی تبلیغ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جو دین عمل کیلئے مجبور نہیں کرتا، جو دین ظلم کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بن جانے کے قابل نہیں بناتا، جو دین مسلمانوں کے اس دور انحطاط پر مسلمانوں کے اندر بے چینی و اضطراب کی کیفیت پیدا نہیں کرتا اور مسلمانوں کو عمل کیلئے مجبور نہیں کرتا، چودھری افضل حقؒ کے نزدیک وہ دین نہیں ہے بلکہ دین کے نام پر ایک بہت بڑا فریب ہے، ایسے دین اور ایسے اسلام کے ساتھ مفکر احرارؒ کا کوئی تعلق نہیں۔ مفکر احرارؒ تو علامہ اقبالؒ کی طرح بے کل و بے چین نظر آتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو طوفان آشنا بنا سکیں۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

دین اسلام کی تعلیمات کو گہری نگاہ سے دیکھنے والے اس مردِ مجاہد نے اقبالؒ کی طرح سرمایہ داری اور سرمایہ پرستی پر بھی بڑی شدت کے ساتھ تنقید کی ہے۔ مفکر احرارؒ کے نزدیک سرمایہ داری کا اسلام میں کوئی جواز نہیں ہے مفکر احرارؒ سرمایہ داری کو اسلام کے خلاف بغاوت قرار دیتے ہیں اور ایسے سرمایہ داروں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا ایمان کی دلیل سمجھتے ہیں جو سود کو جائز سمجھتا ہے۔ لوگوں کو ننگا اور بھوکا دیکھ کر سرمایہ بینک میں جمع رکھتا ہے، جھوٹ جس کی سرشت ہے، دھوکا اور فریب جس کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے، مفکر احرار کے نزدیک معاشرے کے اندر عام لوگوں کو امراء و روٗسا کی لوٹ کھسوٹ سے بچانا اس زمانے میں عین اسلامی تقاضوں کو بروئے کار لانے کے مترادف ہے۔ جب تک دولت کی مساویانہ تقسیم کا عمل مکمل نہیں ہوتا اس وقت تک اسلام کا کوئی مقصد اور اسلام کا کوئی تقاضا ہرگز ہرگز پورا نہیں ہو سکتا'' تاریخ احرار'' کے صفحات پر آپ تحریر فرماتے ہیں:

''اسلام سورۃ النحل کے مطابق کسبِ معاش کی مختلف قابلیتوں کو تسلیم کرتا ہے۔ لیکن صحیح قابلیت کو اخلاق کی کسوٹی پر پرکھتا

ہے، اورکسب معاش کی زیادہ استعداد رکھنے والوں کوحکم دیتا ہے۔ کہ وہ معزوروں اور کمزوروں کی طرف رزق لوٹا دیں۔ تا کہ سب برابر ہو جائیں۔ حضوراکرم ﷺ سے زیادہ کسب معاش کی استعداد اور قابلیت کس میں تھی؟ مگر آپؐ کی زندگی مقدس کتاب کے اس اصول کے مطابق بسر ہوئی یعنی کم از کم ضرورت کا سامان رکھ کر باقی سب قوم کی نظر ہوتا رہا''

چودھری افضل حقؒ کی تحریروں میں جگہ جگہ سرمایہ پرستی کے خلاف ایک زبردست مہم نظر آتی ہے وہ اسلامی اقدار کے تنزل کا سبب فقط اور فقط مسلمانوں کی دولت سے محبت کو قرار دیتے ہیں۔ اُن کے نزدیک جو لوگ اپنی معاشی برتری کی وجہ سے معاشرتی برتری حاصل کرتے ہیں، یا پھر اپنی اعلیٰ معاشی و معاشرتی حیثیت کو بنیاد بنا کر معاشرے میں سیاسی فوقیت حاصل کرنے کی کوشش میں رات دن مصروف رہتے ہیں، جو لوگ اپنے عمل، اپنی طرزِ بود و باش، اپنے سیاسی اور اپنی امیرانہ حرکات و سکنات کے ذریعے معاشرے کے غریب اور محتاج لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں، اُن کے احساسات کو مجروح کرتے ہیں وہ ناقابل معافی ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ایک ایسے اسلامی انقلاب کی بات کرتے ہیں جس میں سرمایہ داروں کی معاشی برتری کو ختم کر کے اُنہیں ایک عام آدمی کے برابر کھڑا کر دیا جائے۔ تا کہ زندگی کی جدو جہد میں عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جا سکے۔

مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ سرمایہ داری کو انگریزی تہذیب و تمدن اور انگریزی فکر و دانش کی فریب کاری سمجھتے ہوئے اس کی مخالفت کرنا اپنے لئے جزوِ ایمان سمجھتے ہیں۔ تمام علماء کی طرح چودھری افضل حقؒ سرمایہ داری کی اسلام میں گنجائش کے قائل نہیں ہیں بلکہ امراء کے وجود کو عظمت رفتہ کے دوبارہ حصول کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ خیال کرتے ہیں۔ چودھری افضل حقؒ ایک خطبہ میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''جس دین میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے نوعمر غلام زادے کو میرے نبی ﷺ نے اسلامی فوج کا سردار مقرر کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے تابع فرمان ہونے کا حکم دیا ہو اور جس نبی کریم ﷺ کے فرمان کو خلیفہ اول نے اسامہؓ کی رکاب تھام کر شہر سے باپیادہ نکل کو پورا کیا ہو، آج اسی دین کے علماء اسلام میں امراء کا جواز تلاش کر رہے ہیں۔ جن امراء کی مذمت اور سیاہ کاریوں کی تفصیل سارا قرآن ہے۔ اگر ان امراء کی نافرمانیوں کے ذکر کو قرآن سے نکال دیا جائے تو تیس پاروں کا مضمون ایک سپارے میں آ جاتا ہے۔ خدارا! قرآن کا مطالعہ فرمائیے اور دیکھئے کہ یہی امراء خدا کا باغی گروہ ہے، یہی قوموں کی گمراہی اور ملکوں میں فساد کی بنیاد ہیں، انہی کے خاتمے سے اسلام زندہ ہوگا اور اخوت کے نظارے دیکھنے میں آئیں گے''۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی — یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے
وہ حکمت ناز تھا جس پر فرزندانِ مغرب کو — ہوس کے پنجۂ خونیں میں تیغ کارزاری ہے
تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا — جہاں میں جس تدبر کی بنا سرمایہ داری ہے

مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمتہ اللہ علیہ شخصی جائیداد کے تصور کو ایک لحاظ سے غیر ارادی تصور قرار دیتے ہوئے امراء اور رؤساء کو دوزخ کا ایندھن خیال کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

''اسلام شخصی جائیداد کے تصور ہی کی نفی کرتا ہے اور ارض وسمائی کا مالک اپنی ذات کو قرار دیتا ہے تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری، جس طرح مزارع تابعِ مرضیٔ مالک ہوتا ہے،اسی طرح ہر شخص مالک حقیقی کی مستقل ہدایت کے تابع ہے''امیر'' کی اصطلاح غیر اسلامی تصورات کی آئینہ دار ہے۔ ہر مسلمان ''امین'' تو کہلا سکتا ہے لیکن عرفِ عام میں ''امیر'' اور'' سرمایہ دار'' نہیں کہ مال کو حسب مرضی خرچ کر سکے، چاہے تو چاندی کے برتن بنائے چاہے تو محلات تعمیر کر لے،خوش ہو تو کسی کو گھوڑا جوڑا بخش دے راضی ہو تو خوشخبری لانے والے کا منہ موتیوں سے بھر دے،مہمان آئے تو چار پانچ کھانے میز پر چُن لے یا لباسِ فاخرہ پہن کر غریبوں پر رعب جمانے نکلے، یا سامانِ فخر وغرور کی نمائش کرے،اس کی ہر چیز اللہ کی ہو۔ بلکہ ہر حرکت اللہ کے لئے ہو تو تب ہے وہ اسلامی اصطلاح کے مطابق مسلمان ورنہ سنگدل سرمایہ دار، بلکہ میں تو اس بات کا قائل ہوں کہ جو سرمایہ دارانہ عادات رکھے اور امیروں کی سی حرکات کرے وہ بھی دوزخ کا ایندھن ہے''۔

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگادو	کاخِ امراء کے در و دیوار ہلادو
گرماؤ غلاموں کا لہو سوزِ یقیں سے	کنجشک فرومایہ کو شاہیں سے لڑادو
جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی	اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلادو
میں ناخوش و بیزار ہوں مرمر کی سلوں سے	میرے لئے مٹی کا حرم اور بنادو

ایسے خیالات کے پرزور اظہار کے بعد اس دور میں بھلا کون سی ایسی تحریک ہو جو ایسے جذبات وخیالات سنے اور اس کی قدر کرے۔ جہاں معاشرے کی عنان امراء ورؤساء کے ہاتھ میں ہو۔ وہاں اعلان حق کرنے والوں کو کون معاف کرتا ہے؟ آج ہم نئی نسل کو اسلاف کا فکر منتقل کرنے کے فرض سے عہدہ براہونے کی کوشش کر رہے ہیں تو ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم افضل حقؒ کے فکر سے نئی نسل کو متعارف کرائیں۔ تاکہ نئی نسل بے دینی اور گمراہی کے جراثیموں سے محفوظ رہ سکے۔اور معاشرے میں ایسے لوگوں کے خلاف جدوجہد کر سکے جو صرف زبان سے دین کا پرچار کرتے ہیں لیکن اپنے مکروہ غیر اسلامی اور بے انصافی پر مبنی طرزِ عمل سے اس ملک کے اندر بے دینی، بے راہ روی اور گمراہی کیلئے راہیں صاف کر رہے ہیں۔ وہ نام ونہاد اسلامی تنظیموں کو چندہ دے کر اس کبوتر کی طرح آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں جو بے دینی کی بلی کو اپنی طرف آتا دیکھ رہے ہیں۔ لیکن اپنے انتہائی قابل اعتراض رویے میں کوئی تبدیلی پیدا کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ حالانکہ ان کا ہر عمل اور ہر حرکت ہمارے معاشرے میں بے دینی، انارکی، مفلسی، غربت اور اخلاقی بے راہ روی کا داعی ہے، وہ سرمایہ دار جو اپنی حرام کی کمائی سے مسجدوں کو چندہ دے کر اپنے آپ کو بڑا مسلمان تصور کرتا ہے جو سود کی کمائی سے حج پہ حج کئے جاتا ہے اور ہر بار اپنے آپ کو خدا کے نزدیک سمجھتا ہے، جس کا اپنا رویہ مستحسن نہیں لیکن معاشرے کے اندر حضور اکرم ﷺ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق عالیہ پر تقریریں کرتا ہے، جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے داغ ضرور ہیں لیکن جن کے دل روپے اور دولت جمع کرنے کی حرص میں سیاہ ہو چکے ہیں، جو محلات میں زندگی بسر کرتے ہیں لیکن حضور ﷺ کی سادہ زندگی پر ٹسوے بہاتے ہیں، جن کی زندگی منافقت کا مینار بن چکی ہے، اصل میں یہی امراء معاشرے میں اسلام کے خلاف ذہنی بغاوت پھیلانے کے ذمہ دار ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہماری معیشت کو تباہی اور بربادی کے کنارے پر پہنچایا، یہی وہ لوگ ہیں

جنہوں نے ہماری سیاست کو گندہ کر کے رکھ دیا ہے، پاکستان کے رؤساء اور امراء، ڈیرے دار، زمیندار، صنعت کار اور سرمایہ کار ملک کو بے دینی، مفلسی، غربت، تنگ دستی کی طرف دھکیلنے کے واحد ذمہ دار ہیں، یہی ہیں وہ لوگ جو انتخابی سیاست کے ذریعے زور اور زر کے بل بوتے پر اقتدار میں آ کر گل چھرے اڑاتے ہیں، عوام کا مال کھا کر ان کا استحصال کرتے ہیں، عیش و عشرت کرتے ہیں اور پھر اگلے انتخاب کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

چودھری افضل حقؒ نے اپنی کتاب ''دینِ اسلام'' میں انہی سرمایہ داروں کا ذکر اس انداز میں کیا ہے:

''قرونِ اولیٰ میں اگر کوئی سرمایہ دار نظر آتا ہے تو وہ انگریزی زبان کے فقرے کے مطابق ایسی استثناء ہے جو عام قانون کو ہی ثابت کرتی ہے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی سرمایہ داری آج کل کی سرمایہ داری کی طرح بے راہ رو سرمایہ داری نہ تھی۔ کیونکہ زندگی باوجود سرمایہ دار ہونے کے ایک عام عربی کی زندگی تھی۔ انہوں نے خرچ میں کوئی امتیاز نہیں رکھا تھا۔ وہ اپنے مال کا اپنے آپ کو امین سمجھتے تھے۔ اس لئے مجال ہے کہ کبھی اسراف کیا ہو اور دنیا کی زینت فراہم کرنے کیلئے خرچ اٹھایا ہو۔ ان کا مال سوائے جماعتی اور قومی کاموں کے کہیں خرچ نہ ہوتا تھا۔

مزدور کا پہلے خون نچوڑنا اور سود لینا، پھر اس کا ایک حصہ عوام پر خرچ کر کے مخیر کہلانا مذموم فعل ہے۔ پہلے مزدوروں کو اور کسانوں کو بھوکا مرتے دیکھنا پھر مرنے پر کفن ڈالنا رحم دلی نہیں اپنے سرمائے کا بے وقت اظہار ہے، ایسی خیرات کو بند کرنے کیلئے بیت المال ہے۔ بیت المال کو مضبوط کرنا سب سے بڑی نیکی ہے۔ تاکہ ملک میں مساوات قائم کرنے کی بنیادیں مضبوط ہوں اور حاجت مند بطور حق بیت المال سے مدد حاصل کریں۔ سونے کے گڑوے میں آبِ زم زم ڈال دیں، اگر پیندے میں چھید ہو گا تو پانی سارا بہہ جائے گا، سرمایہ داری نظام میں اسلام چھیدا ہوا برتن ہے۔ اگر سونے چاندی کے پہاڑ بھی مسلمانوں کے حوالے کر دیئے جائیں تو بھی وہ ایک دن افلاس کی موجودہ حالت کو پہنچ جائیں گے۔

پختہ رائے یہی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں مسلمان ہمیشہ ماہی بے آب اور طائرِ بے ہوا رہے گا، وہ صرف ایسے نظام میں آسودہ رہ سکتا ہے۔ جو کامل اقتصادی بنیادوں پر قائم ہو۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنے مکاشفہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''ایک دفعہ مجھے دربار اقدس میں حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ! موجودہ دور میں نظامِ حکومت کے بارے میں کیا ارشاد ہے''۔ فرمایا: ''عادلانہ نظام قائم کرنے سے پہلے سب سے اہم فریضہ یہ ہے کہ انقلاب پیدا کر کے تمام نظامہائے حکومت کو درہم برہم کر دیا جائے''۔

روح کی رفعتوں سے ناواقف خواہ مکاشفات کا مذاق اڑائے۔ عقل، تاریخی شہادت کی بنا پر رسول پاک ﷺ سے کسی اور مشورے کی امید نہیں رکھ سکتی۔ اگر چودہ سو سال پہلے غریبوں کو حکومت پر حاوی کرنے والا نبی پھر ہمارے درمیان آ جائے تو دنیا کے موجودہ سرمایہ دارانہ نظام درہم برہم کرنے میں اپنی جوانی کی ساری بہاریں قربان کر دے اور تمام امور میں خلیفہ اور عمال حکومت اور رعایا کے حقوق یکساں کر دے۔ کیونکہ مساوی نظام کے بغیر نظامِ عدل قائم ہی نہیں ہو سکتا۔ مگر اس نقطہ کو وہ نہیں سمجھ سکتے۔ جنہوں نے مفلسی کا جائزہ نہیں لیا، افلاس زدہ اولاد کے غمگین چہروں پر نگاہ نہیں کی پس وہ عبادت کھرا سونا ہے جو دل میں مخلوق خدا کیلئے رحم

پیدا کرے اور پھر خدمت کیلئے بے پناہ جذبے کی تحریک پیدا کرے۔

خدمتِ خلق اور رحم کی بہترین صورت عادلانہ اور مساویانہ نظام حکومت ہے جسے دنیا کی صعوبتوں کا علاج عبادت کا حاصل اور خدمت انسانی کی اجتماعی صورت کو سمجھ کر قائم کیا گیا ہے۔ اس لئے ایسا نظام حکومت پھر پیدا کرنا سب سے بڑی نیکی ہے اور اس میں جو حصہ لے گا اور اس کیلئے مال و جان کی قربانی کرے گا وہ خدا کا محبوب ہوگا۔ یاد رکھو! خود غرضی اور انانیت وہ شیطانی جذبات ہیں جو بدمعاشی کو قبول کرنے والے دلوں میں ہی پیدا نہیں ہوتے بلکہ نیک آدمیوں کے قلعہ بند دلوں کو بھی مسخر کر کے اندر آ گھستے ہیں۔

سرمایہ داری ان دونوں رذیل جذبوں کی پروردگار ہے، اس سے خود بچنا اور دوسروں کو بچانا خدا کی عبادت اور مخلوق کی بہترین خدمت ہے۔ اس کی صحیح صورت دنیا میں مساویانہ نظام ہے، غیر مساویانہ یعنی سرمایہ دارانہ نظام میں شیطان جگہ جگہ دام فریب پھیلائے رکھتا ہے۔ اسلام مساوات کا پیغام ہے۔ غیر مساوی نظام اسلام سے کھلا جنگی اعلان ہے۔ اس لئے ہمارے مذہبی لٹریچر میں شہنشاہوں اور سرمایہ داروں کی کوئی گنجائش نہیں۔ سرمایہ داری کی مذمت میں قرآن نے تکرار سے بیان کیا گیا ہے۔ باوجود یہ کہ مسلمان اس کی مضرت سے بے پرواہ ہو گیا۔ آج ہم دنیا کو کس زبان سے یقین دلائیں کہ ہماری عبادات اور مذہبی رسومات کا مقصد دنیا میں ہر امتیاز کو ختم کر کے نیکی کو شرف اور سعادت کی بنیاد بنانا ہے۔ مالی، خاندانی، اور نسلی امتیازات شیطان کا فریب ہیں، ان سے مسلمانوں کو بچانا ''جہادِ اکبر'' ہے۔

حضرات گرامی! انہی خیالات و نظریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے احرار اس ملک میں دینی اقدار کے تحفظ، اس کے فروغ اور اس کی بقاء کے لئے سرگرم کار ہی نہیں بلکہ تعاون ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔

آخر میں شورش کاشمیریؒ کی اس نظم کے ساتھ میں اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

شورش کہاں گئے وہ بزرگانِ نیک نام — افضلؒ، حبیبؒ، شیخؒ، بخاریؒ، ابوالکلامؒ
ایثار کے چمن کی بہار اُن کا بانکپن — میدانِ رستا خیز میں شمشیر بے نیام
زنداں کی رونقیں تھیں جواں اُن کے عزم سے — مردانِ بے پناہ تھے اس میں نہیں کلام
اُن کے حلیف عشقِ پیغمبر سے بہرہ مند — اُن کے حریف سطوتِ انگریز کے غلام
معجز بیاں خطیبِ یگانہ سخن شناس — دار و رسن کے لوگ سیاست میں تیز گام
اُن کی حکایتوں کا سرعام تذکرہ — اُن کی روایتوں کا زمانے میں احترام
اردو ظفر علیؒ کی نگارش سے مالا مال — روحِ سوادِ ایشیاء اقبال کا پیام
افضلؒ خدا کی رحمتیں اُس کے مزار پر — وہ شخص تھا جماعتِ احرار کا امام
شیخؒ و حبیبؒ حلقۂ یاراں کی آبرو — دونوں کی تھی وطن کے جوانوں میں دھوم دھام
کیا خوبیاں جمع تھیں بخاریؒ کی ذات میں — جس نے ہلا کے رکھ دیا انگریز کا نظام
ہم نے تو جدوجہد سے منزل کو پالیا — لیکن اُڑا کے لئے گئے سب کچھ نمک حرام

شورش کاشمیریؒ

مولانا ابوالکلام آزادؒ (قلمی چہرہ)

''میرا خیال ہے جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے مولانا ابوالکلام آزادؒ سے میری عقیدت کا رشتہ استوار ہے اور اس میں کبھی کوئی کمی نہیں ہوئی ہے۔ میں نے رہنماؤں میں سب سے زیادہ محبت انہی سے کی ہے۔ قید خانے میں مجھ سے یوسف مہر علی نے پوچھا اگر تمہیں رہنماؤں مین سے ایک رہنما منتخب کرنے کیلئے کہا جائے اور کتابوں میں سے کوئی ایک کتاب، تو تم کس کا انتخاب کرو گے؟ میں نے لحظہ توقف کیے بغیر جواباً کہا تھا: ''رہنماؤں میں ابوالکلام آزادؒ اور کتابوں میں ''ترجمان القرآن''! میری زندگی ان دونوں سے متاثر ہے اور میں نے قلم و زبان کے سیاسی سفر میں جو کچھ بھی حاصل کیا وہ انہی کی بدولت ہے''۔

مجھے اپنی بست سالہ زندگی میں ہر مکتبِ خیال کے رہنما کی معیت میں کچھ عرصہ رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ بعضوں کو میں نے نزدیک سے دیکھا ہے اور بعض کو قریب سے سنا ہے۔ لیکن ابوالکلام آزادؒ سب میں آگے اور سب سے الگ ہیں۔ اُن کی بات چیت اتنی شستہ و رفتہ ہوتی کہ کوثر و تسنیم کی لہریں نچھاور ہوتی ہیں۔ اور لہجہ اتنا پیارا کہ الفاظ اس کی تاثیر بیان کرنے سے معذور ہیں۔ وہ واقعی ابوالکلام ہیں، جو کچھ بولتے اور جو کچھ لکھتے ہیں، اس سے انسان کا ذہن پرسش کی طرف نہیں بلکہ پرستش کی طرف جاتا ہے۔ الفاظ کو رشید احمد صدیقی کے الفاظ میں الوہیت کا جامعہ پہناتے ہیں۔

حالات سازگار ہوتے تو وہ جمہوریۂ ہندوستان کے پہلے صدر ہوتے۔ لیکن اب وہ کوثر و تسنیم کی ایک ایسی لہر ہیں جو گنگ و جمن کی لہروں کے ساتھ بہہ رہی ہے۔ عربوں میں ہوتے تو ابن تیمیہؒ ہوتے، ہندوؤں میں ہوتے تو اب اُن کے بت پجتے ہوتے لیکن وہ مسلمانوں میں تھے، اس لئے ان کے حصہ میں وہ سب کچھ نہیں آیا ہے جس سے علماء امت کی جبینیں لبریز ہیں۔

مسلمانوں میں جتنی گالیاں ابوالکلامؒ کو دی گئی ہیں، غالباً تاریخ انسانی میں اتنی گالیاں کسی اور کو نہیں ملی ہیں۔ لیکن ان سب معرکوں میں ان کا ایک جواب تھا:

''میرے بھائی! کوئی انسان خواہ وہ کسی درجے میں کیوں نہ ہو، گالی دے کر اپنی عزت میں اضافہ نہیں کرسکتا ہے۔ البتہ احوال کا جو نقشہ ہے آپ انہیں موسمی ہوائیں سمجھئے جو بہرحال گزر جاتی ہیں''۔

اور پھر ایک آہ سرد جو ہونٹوں تک آ کر رک جاتی ہے۔

قامت میانہ، بدن اکہرا، رنگ سرخ وسپید آنکھیں...... اس عمر میں بھی آ ہوانِ صحرا دیکھ لیں تو چوکڑی بھول جائیں ۔نجیب الطرفین ،ذات سید ،پیشہ وزارت ،ان کا مجسمہ بے نیازی کی تصویر ،انجمن آرائیوں سے محترز ،خلوت آرائیوں کا شیدائی ،خطابت میں یگانہ ،صحافت میں منفرد ،سیاست میں یکتا ،عالم متبحر ،زبردست مجتہد ،حُسن چہرہ میں ہو یا آواز میں ،اس کی دل پذیری پر جی جان سے فدا۔

دماغ یورپی ،طبیعت عجمی ،دل عربی ،وجود ہندوستانی ،مزاج کے اعتبار سے تاناشاہ ،یعنی ان کے قالین پر بال ہو اور وہ ان کو چھو جائے یا آپ کی آواز میں حُسن نہ ہو اور آپ الفاظ کی نوک پلک کا خیال کیے بغیر ان کے سامنے بولنے لگیں تو انہیں فوراً نزلہ ہونے لگتا ہے۔ آپ ان کی ایک آدھ کروٹ ہی سے محسوس کرلیں گے ۔کہ اُن کی طبیعت منغض ہوگئی ہے۔ ان کے سامنے بولنا بڑے جی گردے کا کام ہے۔ وہ بولتے ہیں کہ آبشار کی طرح بہتے ہیں۔

ابوالکلام ،ابوالکلام نہ ہوتے تو تاج محل ہوتے اور اگر تاج محل انسانی پیکر میں ڈھل جائے تو وہ ہرگز ہرگز ابوالکلام نہیں ہوسکتا ہے۔

''آفاقہا گردیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری''

قبول اسلام

ملتان (۲۷ر جنوری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری کے ہاتھ پر عیسائی خاندان کے تین افراد جیمس مسیح ،انور مسیح اور جمیلہ مسیح نے اسلام قبول کرلیا۔ یہ تینوں افراد اپنی مرضی اور رضامندی کے ساتھ مدرسہ معمورہ ،دار بنی ہاشم ،ملتان میں آئے۔

انہوں نے کہا کہ وہ اسلام کی حقانیت سے متاثر ہوکر مسلمان ہورہے ہیں۔ سید محمد کفیل بخاری نے انہیں کلمہ پڑھایا اور اسلام کے بنیادی عقائد کے بارے میں ابتدائی معلومات بہم پہنچائیں ۔اس بابرکت مجلس میں حافظ محمد نوید ایڈووکیٹ ،مولانا محمد اکمل ،محمد الیاس اور مدرسہ معمورہ کے طلباء واساتذہ شامل تھے۔ آخر میں اجتماعی طور پر دعا کی گئی اور تینوں نومسلموں کو اسلام قبول کرنے پر مبارکباد دی گئی۔

نومسلموں کے نئے نام یہ ہیں: غلام رسول ،محمد انور ،جمیلہ بی بی

قسط سوم

مولانا محمد مغیرہ

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی

حدیث رسول ـــــ ''جو شخص درود پڑھے میری قبر کے پاس، میں خود سنوں گا، اور جس نے دور سے درود پڑھا، وہ مجھے پہنچا دیا جائے گا'' کی سند پر تنقید کرتے ہوئے، اس کے ایک راوی محمد بن مروان سدی صغیر کے حوالہ سے آزاد خیال گروپ کے رہنما محترم محمد الفضا دصاحب نے امام ابن عبد الہادی کی تنقید ان کی کتاب ''الصارم المنکی'' سے اپنے رسالے ''نغمۂ توحید'' بابت ماہ فروری ۲۰۰۱ء کے صفحہ ۳۶ پر پیش کی ہے۔ عبارت حسبِ ذیل ہے: **وقد رویٰ بعضهم هذا الحديث من رواية ابى معاويه عن الاعمش و هو خطاء فاحش انما هو حديث محمد بن مروان تفرد به و هو متروك الحديث متهم بالكذب**

ترجمہ: ''بعض نے یہ حدیث ابو معاویہ عن الاعمش روایت کی ہے اور یہ کھلی غلطی ہے، یہ حدیث محمد بن مروان نے روایت کی ہے، یہ اسی کا تفرد ہے اور وہ متروک الحدیث تھا، جھوٹا تھا'' اسی شمارہ کے صفحہ ۳۷ پر امام ابن عبد الہادی کی کتاب ''الصارم المنکی'' سے یہ عبارت یوں نقل کی گئی ہے۔

هذا الحديث موضوع على رسول الله ﷺ

ترجمہ: ''یہ حدیث گھڑ کر رسول اللہ کے ذمہ لگائی گئی ہے''

قارئین محترم! یہ عبارت پڑھ کر دل میں خیال ہوا کہ کیوں نہ ''الصارم المنکی'' حاصل کی جائے۔ امام ابن عبد الہادی جن کا پورا نام اس طرح ہے ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عبد الہادی الحنبلی کی کتاب میسر آ گئی اور ہم اللہ کا نام لے کر اسکا مطالعہ کرنے لگے۔ لیجئے قارئین! ہمارا خدشہ واقعی سچ ثابت ہوا، ایک تو یہ کہ محترم محمد الفضا دصاحب نے حسبِ عادت صرف وہی عبارت نقل کی جو ان کے لئے ظاہراً فائدہ مند تھی مگر وہ عبارت جس سے ان کو نقصان کا خدشہ ہی نہیں بلکہ یقین تھا اس کو چھوڑ دیا جبکہ وہ بھی اسی حدیث سے متعلقہ امام ابن عبد الہادی کا فیصلہ تھا دوسرا یہ کہ امام ابن عبد الہادی (پورا نام۔ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عبد الہادی الحنبلی) کا اپنا مسلک کیا ہے؟ اس کو بھی چھوڑ دیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ:

۱) اس حدیث کی سند پر، امام ابن عبد الہادی نے کن لفظوں میں جرح کی؟

۲) اس حدیث کے الفاظ اور معنیٰ و مفہوم کے بارے میں امام ابن عبد الہادی کیا فرما گئے؟

۳) امام ابن عبد الہادی کا اپنا مسلک و مذہب اس معاملہ میں کیا ہے؟ یعنی، روضہ اطہر پر پیش کیا جانے والا صلوٰۃ و سلام آپ

(صلی اللہ علیہ وسلم) سماعت فرماتے ہیں، یا نہیں؟

سند پر امام ابن عبدالہادی نے جو کچھ فرمایا، وہ یہی ہے کہ اس سند میں راوی، محمد بن مروان متفرد ہے، متروک الحدیث ہے، جھوٹا ہے'' کسی کے قول کے مطابق ضعیف ہے کسی نے اُسے ''یضع الحدیث'' لکھا۔ حتیٰ کہ خود ابن عبدالہادی نے اسے موضوع حدیث قرار دیا۔ ان کے نزدیک یہ روایت، حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کی، نہ ابو صالح اور اعمش نے۔ ابن عبدالہادی نے یہ بھی لکھ دیا کہ یہ روایت ابومعاویہ عن الاعمش کے طریق سے بعض نے بیان کی ہے اور یہ کھلی غلطی ہے۔ اس حدیث میں محمد بن مروان ہی متفرد ہے۔ گویا ابن عبدالہادی نے اس روایت کو سند کے لحاظ سے گرانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اسی بات کو آزاد خیال گروپ نے پلے باندھ رکھا ہے۔

دوسری بات جو امام ابن عبدالہادی لکھتے ہیں، وہ یہ ہے کہ **فاما ذالک الحدیث و ان کان معناہ صحیحافاسنادہ لایحتج بہ و انما یثبت معناہ باحادیث اخر**

ترجمہ: ''بہر حال یہ حدیث باعتبار معنیٰ صحیح ہے۔ اس کی سند قابل احتجاج نہیں البتہ اس کا معنیٰ دوسری احادیث کی روشنی میں ثابت ہے''۔ پھر دیگر احادیث کی روشنی میں، اس حدیث کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں کہ:

معلوم انہ ارادبذالک الصلوٰۃ والسلام الذی امر اللہ بہ سواء ﷺ فی مسجدہ او مدینتہ او مکان آخر فعلم ان ما امر اللہ بہ من ذالک فانہ یبلغہ و اما من سلم علیہ عند قبرہٖ فانہ یرد علیہ و ذالک السلام علی سائر المسلمین لیس ھو من خصائصہ

ترجمہ: ''صلوٰۃ وسلام، جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے وہ آپ کی مسجد میں ہو، یا مدینہ میں، یا کسی اور جگہ پر، معلوم ہوا کہ وہ درود وسلام آپ کو پہنچایا جاتا ہے۔ البتہ جس شخص نے آپ پر عندالقبر سلام عرض کیا تو آپ ﷺ اس کا جواب دیتے ہیں۔ (سلام کا یوں جواب دینا) صرف آپ کی خصوصیت نہیں ('' الصارم المنکی'' ص ۲۶۲)

نیز فرماتے ہیں:

و ھو ﷺ یسمع السلام من القرب و تبلغہ الملائکۃ الصلوٰۃ و السلام من البعد

ترجمہ: '' آپ ﷺ قبر کے پاس سے سلام خود سماعت فرماتے ہیں اور دور سے فرشتے آپ کو پہنچاتے ہیں''

(الصارم المنکی '' ص ۴۳۸)

قارئین محترم! امام ابن عبدالہادی کا مسلک بھی واضح ہو چکا اور آزاد خیال گروپ کی دیانت کا حال بھی۔ یہ گروپ اپنی گفتگو سے یہ باور کراتا ہے کہ امت مرحومہ کا یہ عقیدہ کہ روضہ اقدس پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے والے کا صلوٰۃ وسلام آپ خود سماعت فرماتے ہیں کہ صرف کسی ایک حدیث (**من صلی علی عند قبری سمعتہ**) کی بنیاد پر

ہے کہ جس کی سند میں محمد بن مروان سدی صغیر، راوی ہے جبکہ امام ابن عبدالہادی نے اس کم فہمی اور کج روی کو ان لفظوں سے دور کر دیا ہے۔ و انما یثبت معناہ باحادیث اخر کہ آپ ﷺ کا عندالقبر صلوٰۃ وسلام خود سماعت فرمانا ہیں۔ دوسری احادیث سے ثابت ہے۔ گویا آزاد خیال گروپ کی طرف سے سدی صغیر کو مجروح قرار دینے کی تمام محنت و مشقت رائیگاں چلی گئی۔ قارئین پر یہ بھی واضح ہوگیا کہ محترم محمد الفضا صاحب نے واقعی دجل و تلبیس سے کام لیا۔ انہوں نے، اپنا الو سیدھا کرنے کیلئے امام ابن عبدالہادی کی طرف سے سدی صغیر پر جرح و تنقید کا تو ذکر کیا مگر اس حدیث کے معنیٰ و مفہوم کے صحیح قرار دینے کے متعلق ان کے فرمان پر آنکھیں بند کرلیں اور اپنے قاری کو یہ بھی نہ بتایا کہ امام ابن عبدالہادی کا اپنا مسلک کیا ہے، کیا اسی کا نام دیانت ہے؟ پھر یہ کہ ساتویں صدی ہجری تک تو یہ حدیث، باوجود سدی صغیر راوی کے معنیٰ و مفہوم میں صحیح تھی۔ کیا صرف مرور زمانہ سے یہ اب قابل احتجاج نہیں رہی؟

ہم آزاد خیال گروپ کے راہنما محترم محمد الفضا صاحب سے یہ سوال کرنا چاہیں گے کہ حدیث **من صلی علی عند قبری سمعتہ** جس کی سند میں سدی صغیر راوی ہے، اس حدیث پر محدثین میں سے کس نے سب سے پہلے جرح کی اور کن الفاظ سے جرح کی اور اس جرح و تنقید کے بعد اس صورت میں اس حدیث کو قبول کیا یا چھوڑ دیا، کیا آپ اس کی وضاحت کرنا پسند فرمائیں گے؟

جناب محترم محمد الفضا صاحب! آپ نے اپنے رسالہ ''نغمۂ توحید'' بابت ماہ فروری ۲۰۰۱ء ص ۳۶ پر لکھا ہے کہ محمد مروان سدی صغیر کے کذاب ہونے کی بنا پر روایت **من صلی علی عند قبری سمعتہ** پر اعتراض ہے۔ جناب! اگر آپ کو سدی صغیر پر اعتراض ہے اور اسی وجہ سے یہ روایت آپ قبول کرنے کیلئے تیار نہیں (جبکہ اس حدیث کی سند میں سدی صغیر جیسا مجروح راوی ہونے کے باوجود اس حدیث کو علماء محدثین نے قبول کیا ہے) تو کیا یہی روایت اگر ایسی سند سے جناب کی خدمت میں پیش کر دی جائے جس میں سدی صغیر نہ ہو تو پھر آپ اس حدیث کو قبول کرنے کیلئے تیار ہوں گے۔ تو لیجئے! پیش خدمت ہے:

قال ابو الشیخ فی کتاب الصلوٰۃ حدثنا عبدالرحمن بن احمد الاعرج حدثنا الحسین بن الصباح حدثنا ابو معاویہ حدثنا الاعمش عن ابی الصالح عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی قبری سمعتہ و من صلی علی من بعید اعلمتہ

ترجمہ: ''جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا، میں اسے سنتا ہوں اور جس نے دور سے درود پڑھا تو وہ مجھے بتلایا جاتا ہے''

(''جلاء الافہام'' لحافظ ابن قیم)

(جاری ہے)

سیدہ ''ب'' بخاری (شہادۃ العالیہ، جامعہ بستانِ عائشہؓ)

دنیا کی حیثیت

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ عالی ہے: اَلدُّنیَا سِجنَ المُؤمِنِ وجَنَّۃُ الکَافِرِ

ترجمہ: ''دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے'' (رواہ مسلم فی ''کتاب الزہد''، جلد دوم، صفحہ ۴۰۷)

یہ حدیث جس میں کل پانچ لفظ ہیں دنیا کی حقیقت کو ظاہر کرتی ہے۔ اس حدیث کو سمجھنے سے پہلے ہمیں اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں وہ باتیں سکھلانے کیلئے دنیا میں تشریف لائے، جن کے مطابق ہم نے زندگی گزارنا ہے۔ یا یوں کہہ لیں کہ جن پر عمل پیرا ہو کر ہم ''اشرف المخلوقات''۔ اسلام اس نظام کو سمجھاتا ہے جو ساری کائنات کو گھیرے ہوئے ہے اور جس سے باہر کوئی چیز بھی گئی ہے اور نہ جا سکتی ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو دنیا اور دنیاوی نفع اندوزی سے نہیں روکتا بلکہ دنیا کے ساتھ دل کی وابستگی سے منع کرتا ہے۔ انسان کی سب سے بڑی غلطی اس کا یہ سمجھ لینا کہ دنیا کی چیزیں پائیدار اور ایک جگہ بڑھی ہوئی ہیں اور ہمیشہ اسی طرح اچھی حالت میں رہیں گی۔ دنیا مستقل ٹھہرنے کی جگہ نہیں دار العمل ہے۔ بلکہ چند مرحلوں یا چند امتحانات کا نام ہے، جن میں سے انسان برابر گزر رہا ہے۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا ہر انسان کو ان میں سے پورے طور پر گزرنا نصیب بھی نہیں ہوتا۔ کوئی بچپن سے چل بسا، کوئی جوانی میں لڑھک جاتا ہے اور بڑھاپا تو ویسے ہی آخری مرحلہ ہے، موت ہر لمحہ برابر تاک لگائے بیٹھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے پیغمبروں اور اس کی نازل کردہ کتابوں کے ذریعے ہمیشہ انسانوں کی اصلاح کی کوشش ہوتی رہی ہے۔ اور آخرت کے مقابلے میں دنیا کا درجہ اور دنیا کے مقابلے میں آخرت کا جو مقام ہے، واضح کیا جاتا رہا ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشادِ ربانی ہے:

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ۝ وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی ۝ (سورۃ اعلیٰ، آیت: ۱۷)

کہیں ارشاد فرمایا: ترجمہ: ''بلکہ تم ترجیح دیتے ہو دنیا کی زندگی کو حالانکہ آخرت بہتر اور زیادہ پائیدار ہے''۔

وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ ط وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (سورۃ الانعام آیت ۳۲)

ترجمہ: ''دنیا کی چند روزہ زندگی کی حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ چند دن کا کھیل تماشہ ہے اور آخرت پرہیزگاروں کیلئے بہترین ٹھکانہ ہے، تم پر افسوس ہے کہ تم اس بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے''

دنیا اور انسان دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہیں۔ انسان کی فطرت ہے کہ اس کے دل میں خواہشات پیدا ہوتی ہیں اور وہ ان کو پورا کرنا چاہتا ہے لیکن یہ خواہشات اس کیلئے نفع بخش ہیں یا نقصان دہ؟ اُسے ان کو پورا کرنا چاہیے یا نہیں؟

یہ سب کچھ جاننے کیلئے انسان کوایک جامع قانون کی ضرورت ہے جو اسے کرنے ۔کے کاموں کی اجازت دے اور نہ کرنے کے کاموں سے روکے اسی قانون کا نام ’’اسلام‘‘ ہے۔ یہاں انسانوں کے دو گروہ ہو جاتے ہیں ایک گروہ وہ جو اپنی خواہشوں کو قانون کے تحت پورا کرتا ہے۔ یہ گروہ مومن کہلاتا ہے، دوسرا گروہ اپنی ہر خواہش کو آزادی کے ساتھ پورا کرنا چاہتا ہے اور قانون کو لغو سمجھتا ہے۔ یہ گروہ کافر ہے۔اس صورت میں مومن کو تمام قیود کی پابندی کرنا ہوگی اور کافر آزادی چاہے گا۔ مذکورہ حدیث میں اسی قانون کی پابندی اور حاکم کے کہنے کے مطابق زندگی بسر کرنے کو قید سے تشبیہ دی گئی ہے۔قید خانہ کی زندگی کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ قیدی اپنی زندگی میں آزاد نہیں ہوتا حاکم کا پابند ہوتا ہے۔ جب کھانے کو دیا گیا اور جو کچھ دیا گیا، کھالیا، جہاں بیٹھنے کا حکم دیا گیا بیٹھ گیا، جہاں کھڑے ہونے کو کہا کھڑا ہو گیا۔ بلکہ دل چاہے یا نہ چاہے قیدی کو ہر معاملے میں حاکم کے حکم کی پابندی کرنا پڑتی ہے۔اسی وجہ سے ایک مؤمن کی دنیا کی زندگی کو قید خانے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یادر ہے کہ یہ مشابہت ہر لحاظ سے نہیں کیونکہ قید خانے میں تو قیدی کو کسی قسم کی آسائش و آرام مہیا نہیں ہوتا جبکہ دنیا میں انسان کو ہمہ قسم کی راحت وسکون حاصل کرنے کا سامان میسر ہے۔اسی طرح قید خانے کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ قیدی اس سے اپنا جی نہیں لگاتا، اس کو گھر نہیں سمجھتا بلکہ ہر وقت اس سے نکلنے کا خواہش مند اور متمنی رہتا ہے۔

بعض لوگ دین پڑھنے والوں/ والیوں کو یہ طعنہ دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال لیا اور اپنی زندگی کو مقیّد کر لیا ہے، ہم تو آزاد ہیں انہوں نے آزادی کو چھوڑ دیا ہے اور اپنے مستقبل کو تاریک کر لیا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

بات دراصل یہ ہے کہ دین پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والے آخرت کی دائمی آزادی کو دنیا کی عارضی قید پر ترجیح دیتے ہیں۔ جو لوگ دین کی سمجھ نہ رکھتے ہوں اور قرآن وحدیث، تفسیر اور تمام علوم دینیہ سے ناواقف ہوں، وہی اس طرح کی بے پر کی اڑا سکتے ہیں، جو لوگ دین سے کچھ نہ کچھ واقفیت رکھتے ہوں۔ وہ تو یہ جانتے ہیں کہ دین پر عمل کرنے والا اور احکاماتِ الٰہیہ کو اپنے وجود پر نافذ کرنے والا اپنے مستقبل کو تاریک نہیں بلکہ روشن ہی روشن کر رہا ہے کہ ان تمام اعمال کا کچھ نہ کچھ بدلہ تو اس کو دنیا میں مل جاتا ہے لیکن آخرت میں جو اس کا بدلہ ہے، وہ بے حساب ہے۔ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ’’اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کر لیتے ہیں اُسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں‘‘ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ’’دنیا آخرت کی کھیتی ہے‘‘ ایک مؤمن یا مؤمنہ جب علم دین کی روشنی میں دنیا کی تاریکیوں کا جائزہ لیں گے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق دنیا کو قید خانہ ہی محسوس کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین پر استقامت نصیب فرمائے اور آخرت کے بے حساب انعامات کا حق دار بنائے (آمین)

ملک وزیر غازی ایڈووکیٹ (ملتان)

مصافحہ

تم نے امریکہ سے مصافحہ کیا ہے؟
جو جفا جُو اور کینہ پرور ہے
جس کی سفاکی اور درندگی کا افغانستان ابھی ابھی صیدِ زبوں بنا ہے
جس کے کوہساروں پر
آبادیوں پر
وادیوں پر اُس نے آگ برسائی ہے
لیکن تم شاداں وفرحاں ہو
تم پھولے نہیں سماتے
کہ تم نے اُس سے مصافحہ کیا ہے
لیکن تم جانتے ہو ایسے مصافحوں کا انجام؟
تمہارا ہاتھ اس کے ہاتھ میں ہے
تم اس کے رحم وکرم پر ہو
وہ تمہارے ہاتھ کو جھٹک سکتا ہے
وہ تمہارے ہاتھ کو دبا سکتا ہے
وہ تمہارے ہاتھ کو توڑ سکتا ہے

وجہ؟

اُس کا ہاتھ زبردست ہے اور تم زیردست ہو
تو پھر
شدید جھٹکوں کا انتظار کیوں ہے؟
کیوں اس لمحے کی آہٹ سُن نہیں رہے ہو!
کیا اُس وقت جاگو گے جب تم لہولہان ہو جاؤ گے
اور تمہاری ہڈیاں چیخ جائیں گی

پروفیسر خالد شبیر احمد

غزل

اہلِ ہنر ہیں اب کہاں ، شوقِ ہنر گیا
ذوقِ نظر کے ساتھ ہی حسنِ نظر گیا

آنکھوں سے دل میں آکے جو جاں تک اتر گیا
ہر موئے تن کو میرے وہ روشن سا کر گیا

آیا تھا تیرے شہر میں اک آرزو لیے
لوٹا ، تو حسرتوں کے ساتھ اپنے گھر گیا

کس کیلئے فضا میں ہے ماتم سا یہ بپا
دشتِ طلب میں کون یہ بے موت مرگیا

سینے میں اُس کے دل تھا کہ پتھر رکھا ہوا
حرفِ تمنا جس پہ لکھا بے اثر گیا

اب میں ہوں ،کوئی یار ہے ، یادوں کا سلسلہ
ترسے ہے جس کو جی میرا ، جانے کدھر گیا

رختِ بدن میں درد کی اک آگ تھی لگی
میں رزم گاہِ شوق میں جاں سے گزر گیا

وہ قتل گاہِ زیست میں بھی تھا وفا شعار
راہِ وفا کو چاند کی کرنوں سے بھر گیا

مجھ پر وہ خدو خال میرے کر گیا عیاں
اک شخص میرے ہاتھ پہ آئینہ دھر گیا

حیرت میں ڈوبے سب فرشتے دیکھتے رہے
انساں تصورات کی حد پار کر گیا

بے کل سا ہوکے رہ گیا خالدؔ میں کس لئے
جادو سا تن بدن میں میرے کون بھر گیا

"قلعہ جنگی"

اشرف یوسفی (فیصل آباد)

(کابل سے کیوبا تک پھیلی ہوئی رات کا نوحہ)

آج کی رات ہم پر کٹھن ہے
مگر یہ کٹھن بھی نہیں
گھر سے پہلا قدم موت تھا
ہم کو معلوم تھا موت دہلیز کے اس طرف منتظر ہے
مگر فکر کیا
موت سے خوف کیسا ہمیں کہ ہمارا سفر
موت سے زندگی کی طرف ہے
سوئے مقتل سفر میں وہی روشنی زادِ راہ تھی
وہی روشنی شیرِ مادر سے جو جرعۂ اوّلیں میں ملی
اور ساعت میں حرف شہادت کی خوشبو رچی
ہم کہ وحدت کے مکتب سے تارِ وفا میں پروئے گئے
ہمارا یہی جرم، ہم اپنے دشمن کو پہچانتے تھے
ادھر دست قاتل کے کیا خواب ہیں ہم بھی جانتے تھے
چار سو یہ سگانِ گرسنہ کھڑے
خاک و خوں میں یہ غلطاں ہمارے بدن گولیوں کی یہ بارش
سروں پر یہ آتش فشاں
سینۂ سنگ پھٹتا ہوا
ارضِ کہسار لرزاں
مگر ہم تو لرزاں نہیں دیکھ لو، ہم تو لرزاں نہیں
ڈگمگائے نہیں
خاک ارض وطن تیرے سارے شہیدوں کے خوں کی قسم
ہم نے پیروں کی مٹی کو چھوڑا نہیں
تن لہو جاں لہو
مُو بہ مُو
مقتل وقت میں سرخرو

یہ ستاروں کے پرچم تلے
رقص بسمل، ہے جی بھر کے دیکھے، جسے شوق ہے
آئے دیکھے زمانہ جسے شوق ہے
رقص بسمل جسے دیکھ کر چشم قاتل ہزیمت سے جھکنے لگے
سانس رکنے لگے
ہم کو گور و کفن کی ضرورت نہیں
خاک ارض وطن کی بڑی چاہ تھی
ہم کو اپنے چمن کی بڑی چاہ تھی
اور یہی تا!
ہمارا یہی جرم ہم اپنے دشمن کو پہچانتے تھے
رقص بسمل سے جی بھر چکے تو ہمارے یہ بکھرے ہوئے جسم کے چیتھڑے
طورخم سے ادھر بھیجنا
جس طرف سے یہ سورج کی لو پھوٹتی ہے ادھر
جس طرف سے اذانوں کی لے گونجتی ہے ادھر
بھیجنا
خاک ارض وطن کی بڑی چاہ تھی
ڈالروں کے لیے پھیلے ہاتھوں کو یہ دن مبارک کہ سب خواب پورے ہوئے
ہم جو باغی تھے سرکش تھے غدار تھے
ہم جو مارے گئے
آخری فیصلے کے تمنائی ہیں
آج تک ارض پاک وطن کی عدالت نے جو فیصلہ بھی کیا
وہ سنہری عبارت میں لکھا گیا
فیصلہ
جس سے لکھا گیا
وہ قلم دست قاتل کو تحفے میں بھیجا گیا

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

(ادارہ)

''اکیسویں صدی کے چیلنجز اور عالم اسلام''

ماہنامہ ''الحق'' (اشاعتِ خصوصی)

ضخامت: ۲۸۴ صفحات۔ قیمت: ۸۰ روپے

ناشر: دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (نوشہرہ)

ماہنامہ ''الحق'' دارالعلوم حقانیہ (اکوڑہ خٹک) کا علمی و دینی مجلہ ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اس علمی ادارہ کی بناڈالی۔ ''الحق'' اور ''دارالعلوم حقانیہ'' میں گل وبلبل کا رشتہ ہے۔ دینی صحافت میں ''الحق'' ایک معتبر حوالہ ہے جو گزشتہ چھتیس برسوں سے متلاشیان حق وصداقت کی علمی وفکری رہنمائی کر رہا ہے۔ ''الحق'' نے اپنی صحافتی تاریخ میں کئی ''خصوصی اشاعتوں'' کا اہتمام کیا ہے اور زندگی کے مختلف شعبوں میں اقامت واشاعتِ دین کا فریضہ خوب انجام دیا ہے۔

زیرِ تبصرہ شمارہ اگست تا نومبر ۲۰۰۱ء ''اکیسویں صدی کے چیلنجز اور عالم اسلام'' کے عنوان پر خصوصی اشاعت ہے۔ عصر حاضر کے سلگتے ہوئے موضوع پر ۳۳ بہترین تحریروں کا شاندار انتخاب ہے۔ امریکہ اور یورپ اکیسویں صدی کو عیسائیت کی صدی قرار دے رہے ہیں۔ امارتِ اسلامیہ افغانستان کو ختم کر کے وہاں ایک سیکولر اور ڈمی حکومت کا قیام دنیا بھر کے مسلمانوں، مسلم تحریکوں اور اداروں کو ''انتہا پسند''، ''دہشت گرد'' اور ''تخریب کار'' قرار دے کر اُن کے خلاف ''صلیبی جنگ'' کا آغاز دراصل عالم کفر کا عالم اسلام کو چیلنج ہی ہے۔ اس خوصی اشاعت میں سید ابوالحسن علی ندوی ،علامہ محمد یوسف القرضاوی ،مولانا محمد تقی عثمانی ،مولانا محمد عیسیٰ منصوری ،مولانا زاہد الراشدی ،ڈاکٹر اسرار احمد ،ارشاد احمد حقانی ،احمد ندیم قاسمی ،صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی ،فرانس روبنس ،ڈاکٹر عمر فاروق غازی ،ڈاکٹر عبدالرشید رحمت ،ڈاکٹر محمود الحسن عارف اور دیگر شخصیات کی فکر انگیز تحریریں شامل ہیں، جن میں بیسویں صدی میں علماء اور دینی قوتوں کے مزاحمتی کردار اور انقلابی تحریکوں کے اثرات ونتائج کے ساتھ ساتھ اکیسویں صدی میں امتِ مسلمہ کی ذمہ داریوں اور مغرب کی فکری اور ثقافی یلغار کے مقابلے جیسے اہم موضوعات پر انتہائی اہم مواد شامل ہے۔ محترم راشد الحق سمیع کا جاندار اداریہ اُن کے فکری ذوق کا آئینہ دار ہے۔ اور وہ بجا طور پر اس اشاعت پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔

"خطباتِ ختمِ نبوت" (جلد چہارم)

مرتب: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

ضخامت: ۴۰۰ صفحات ۔ قیمت: ۱۸۰ روپے

ملنے کا پتا: دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت ۵۔ حسین سٹریٹ وحدت روڈ، نیو مسلم ٹاؤن، لاہور

مبلغ ختم نبوت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی ذہن کے پکے آدمی ہیں ۔ردّ قادیانیت اور تحفظِ ختم نبوت کے عنوان پر اکابر کے خطبات کی یہ چوتھی جلد ہے، جو مولانا کی محنت و ذوق کا بیّن ثبوت ہے۔

ہمارے اکابر علماء حق نے اپنے اپنے عہد میں اللہ تعالیٰ کی عطاء کی ہوئی صلاحیتوں کو اسلام کی تبلیغ و اشاعت کیلئے بھرپور طریقے سے صرف کیا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے بقول "خطابت ورثۂ انبیاء ہے۔تمام انبیاء و رسل نے خطابت کو ہی ذریعۂ اظہار بنایا" عہدِ جدید میں ذرائع ابلاغ ترقیوں کے بام عروج کو چھور ہے ہیں مگر خطابت آج بھی مؤثر ترین ذریعۂ اظہار ہے۔

"خطباتِ ختم نبوت" جلد چہارم میں مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا محمد مالک کاندھلویؒ، علامہ شاہ احمد نورانی، آغا شورش کاشمیریؒ، مولانا سید اسعد مدنی، علامہ خالد محمود اور دیگر علماء کے علمی و تحقیقی خطبات شامل ہیں۔ضرورتِ رسالت، توہین رسالت، تکمیل دین اور ختم نبوت، معراج نبوی عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں، حیاتِ مسیح علیہ السلام، نزول مسیح، ظہورِ مہدی، خروجِ دجّال، قادیانیوں اور دوسرے کافروں میں فرق، مرزائی انگریز کے جاسوس ایسے اہم عنوانات پر زبردست علمی مواد موجود ہے۔

"آنے والے انقلاب کی تصویر"

تالیف: مولانا سید محمد میاںؒ

تدوینِ جدید: ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری

ضخامت: ۶۸ صفحات ۔ قیمت ۲۵ روپے

ناشر: محمد ریاض درّانی، جمعیت پبلی کیشنز متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ لاہور

مولانا سید محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ کا شمار جامع الصفات شخصیات میں ہوتا ہے۔وہ ایک عالم باعمل، مدرس، مؤلف و محقق، مؤرخ، سیاست دان اور مفتی کی حیثیت سے مختلف جہتوں میں دین کی خدمت انجام دیتے رہے۔کئی کتابوں اور رسائل کی صورت میں اُن کا تحریری کام دینی لٹریچر میں زندۂ جاوید ہے۔جمعیت علماء ہند کی فکری رہنمائی کرنے والے بزرگوں میں سے ایک تھے۔"آنے والے انقلاب کی تصویر" مولانا علیہ الرحمۃ کا ایک نایاب رسالہ ہے جو پاکستان سے قبل سیاسی ہنگامہ خیزیوں کے دور میں شائع ہوا تھا۔

اب جناب محمد ریاض درّانی نے جدید اہتمام کے ساتھ اِسے دوبارہ شائع کیا ہے۔جدید اشاعت کی خوبی یہ ہے کہ اس کی تدوینِ جدید ممتاز محقق ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری نے کی ہے۔اور ضروری حواشی کے ساتھ اس تصویر کو مکمل کر دیا ہے۔کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔۱۔یورپ کے ذرائع دولت ۲۔آزاد ہندوستان کی حیثیت ۳۔ہم ہندوستان میں کیا چاہتے ہیں؟ ۴۔تحفظِ دولت اور ہندو مسلم معاہدات ۵۔ہمارا طریق عمل اور اسلامی خدمات ۔آخر میں دو

ضمیمے ہیں۔ کانگریس، مسلم لیگ، جمعیۃ علماء ہند اور مجلس احرار اسلام کے سیاسی وملی کردار پر مختصر مگر جامع تبصرہ ہے۔ خاص طور پر مسلم لیگ کی فرقہ وارانہ سیاست کا بے لاگ تجزیہ ہے کہ جس کے نتائج اجتماعی سزا کے طور پر چون سال گزرنے کے باوجود برصغیر کے مسلمان آج بھی بھگت رہے ہیں۔

''فتاویٰ مفتی محمودؒ'' (جلد اوّل)

ضخامت: ۶۲۸ ۔ قیمت: ۲۲۰ روپے

ناشر: محمد ریاض درانی۔ سال اشاعت: جولائی ۲۰۰۱ء

ملنے کا پتا: جمعۃ پبلی کیشنز، متصل مسجد پائلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ۔ لاہور

حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کی سیاسی تاریخ میں ایک نام ور شخصیت ہیں۔ وہ اپنا تعارف آپ ہیں۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان کے دارالحدیث میں چٹائی پر بیٹھ کر درسِ حدیث سے لے کر پارلیمنٹ میں اسلام اور مسلمانوں کے دفاع کی جنگ تک اُن کی خدمات کا دائرہ پھیلا ہوا ہے۔ اُن کی سیاست سے اختلاف ہو سکتا ہے مگر اُن کے تقویٰ وتدین اخلاص وللّٰہیت، علمی وفقہی مقام ومرتبہ اور قومی ودینی خدمات کا انکار ممکن نہیں۔ حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ کی سیاسی خدمات کے حوالے سے بہت کچھ شائع ہو چکا ہے۔ مگر اُن کے علمی وفقہی کام کی اشاعت کا حق ادا نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے محمد ریاض درّانی کو جنھوں نے یہ چوٹی سر کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔ فتاویٰ مفتی محمودؒ (جلد اوّل) میں کتاب العقائد، کتاب الطہارت، احکامِ مساجد اور مواقیت الصلوٰۃ کے زیرِ عنوان ۱۱۸ مسائل پر حضرت مفتی صاحب کے فتاویٰ شامل ہیں۔ برادر محترم مفتی محمد جمیل خان صاحب کا طویل ترین مقدمہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم، شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز صفدر مدظلہ اور مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کی تقریظات نے کتاب کی اہمیت اور بھی بڑھا دی ہے۔

اعلیٰ کتابت وطباعت، دیدہ زیب سرورق اور مضبوط جلد، جناب ریاض درّانی کی خوش ذوقی کی اعلیٰ مثال ہے۔

حُسینیہ پرنٹنگ پریس

پرانی غلہ منڈی، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

اشتہارات ۔ کتب ۔ رسائل ۔ پمفلٹ

لیٹر پیڈ ۔ وزیٹنگ کارڈ ۔ شادی کارڈز

اور ہر قسم کی اعلیٰ ومعیاری چھپائی کا مرکز

پروپرائٹر: ملک ظہور الحق

فون نمبر: (061) 519706 - (0303) 6662445

شیخ عبدالواحد (صدر مجلس احرار اسلام، برطانیہ)

مجلس احرار اسلام برطانیہ کی طرف سے

مسلم حکومتوں اور بین الاقوامی اسلامی اداروں کی خدمت میں ضروری عرض داشت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہم دنیا بھر کی مسلم حکومتوں اور بین الاقوامی اسلامی اداروں کی خدمت میں ایک ضروری عرض داشت پیش کرنا چاہتے ہیں، امید ہے کہ اس پر سنجیدہ توجہ دی جائے گی۔

یہ بات ملت اسلامیہ کے بنیادی عقائد میں سے ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں اوران کے بعد قیامت تک کسی کو نبوت و رسالت نہیں ملے گی۔ البتہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق امت میں نبوت کے جھوٹے دعویدار پیدا ہوتے رہیں گے، جو لوگوں کو گمراہ کریں گے اور دجل وفریب کا مظاہرہ کرتے رہیں گے، انہی میں سے ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی ہے، جس نے انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں بھارت کے صوبہ مشرقی پنجاب کے قصبہ ''قادیان'' میں نبوت کا دعویٰ کیا اور اس بات کا اعلان کیا کہ نبوت کا سلسلہ بند نہیں ہوا بلکہ جاری ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا نبی اور رسول ہے۔ اس نے لکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمانوں پر موجودگی اور دوبارہ نزول کا عقیدہ غلط ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کی جو پیش گوئی فرمائی تھی نیز ظہور مہدی کی جو خبر دی تھی اس سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا رسول، مہدی، معہود اور مسیح موعود ہے۔

مرزا قادیانی نے چونکہ برطانوی استعمار کی وفاداری کی تلقین اور جہاد کے شرعی حکم کی منسوخی کے بار بار اعلان کو اپنا مشن بنا رکھا تھا، اس لئے اسے برطانوی استعمار کے زیر سایہ دنیا کے مختلف ملکوں میں اپنا حلقہ اثر قائم کرنے اور دائرہ پھیلانے کا موقع ملا اور قادیانیوں نے دنیا بھر میں سینکڑوں تبلیغی اور تعلیمی مراکز قائم کر لیے۔ قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں نے اپنا ہیڈ کوارٹر پاکستان میں ربوہ (حال چناب نگر) کے نام سے قائم کر کے اپنا اثر ونفوذ بڑھانا شروع کیا جبکہ دینی جماعتوں کی مسلسل جدوجہد کے بعد ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی پارلیمنٹ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کو جو ''جماعتِ احمدیہ'' کے نام سے موسوم ہوتے ہیں، غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا اور ۱۹۸۴ء میں عوامی مطالبہ پر صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے ایک آرڈی نینس کے ذریعہ قادیانیوں پر پابندی عائد کر دی کہ چونکہ وہ ملت اسلامیہ کا حصہ نہیں ہیں

بلکہ ایک غیر مسلم گروہ اور اقلیت کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے وہ اسلام کے نام پر اپنے مذہب کی دعوت دینے کے مجاز نہیں ہیں اور اسلام کی اصطلاحات مثلاً کلمہ طیبہ، مسجد، امیر المؤمنین، صحابی وغیرہ استعمال نہیں کر سکتے اور ایسا کرنا قابل تعزیر جرم ہوگا۔

اس پابندی کے بعد قادیانیوں نے اپنا ہیڈ کوارٹر پاکستان سے لندن میں منتقل کر لیا اور ''اسلام آباد'' کے نام سے مرکز قائم کر کے، انہوں نے اپنی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع تر کرنا شروع کر دیا۔ قادیانی چونکہ خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ اسلام کے نام پر اپنے مذہب کی دعوت دیتے اور اسلامی اصطلاحات کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں، قرآن کریم کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے اور اس کی بیسیوں آیات میں اپنے مطلب کے مطابق معنوی تحریف کر کے اس کی اشاعت کرتے ہیں اور مسجد کے نام سے اپنا مرکز قائم کرتے ہیں اس لئے انہیں بے خبر اور سادہ مسلمانوں کو فریب دینے اور گمراہ کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اس طرح وہ لاکھوں افراد کو اپنے جال میں پھنسانے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ قادیانیوں نے لندن سے ''مسلم ٹی وی احمدیہ'' (ایم ٹی اے) کے نام سے ایک مستقل ٹی وی چینل شروع کیا ہوا ہے جو سکائی ڈیجیٹل کے چینل نمبر ۶۷۵ پر دکھایا جاتا ہے اور اس میں شب و روز قرآن کریم کی تلاوت و درس اور اسلامی تعلیمات کی آڑ میں مختلف زبانوں میں پروگرام پیش کئے جاتے ہیں جو مسلمان گھروں میں بھی عام طور پر دیکھے جاتے ہیں۔ اس لئے اس بات کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمان گھرانے بالخصوص نوجوان اسلام کی اصل تعلیمات سے بے خبری کی وجہ سے اس فریب کا شکار ہوں گے اور اس کفر و دجل کا دائرہ پھیلتا رہے گا۔

چونکہ اسلامی عقائد و ایمان کا تحفظ اور عام مسلمانوں کو عقیدہ و ایمان کے فتنوں سے بچانا تمام مسلمانوں بالخصوص مسلم حکومتوں، اسلامی اداروں اور علمی و دینی مراکز کی ذمہ داریوں میں شامل ہے، اس لئے مجلس احرار اسلام یو کے (.U.K)، انہیں توجہ دلانے کی ضرورت محسوس کرتی ہے کہ اس فتنہ اور دجل و فریب کے توڑ اور عام مسلمانوں کے عقیدہ و ایمان کے تحفظ کیلئے اصحاب علم و دانش کے مشورہ سے کوئی ٹھوس طریقہ کار طے کیا جائے۔

مجلس احرار اسلام یو کے (.U.K) اس دینی مشن اور ملی مقصد کی خاطر کسی بھی ادارے اور مرکز کے ساتھ مشاورت اور کام کے پروگرام میں رضا کارانہ طور پر شامل ہونے کیلئے تیار ہے اور اس سلسلہ میں کسی بھی خدمت کو اپنے لئے باعث سعادت و نجات تصور کرتی ہے۔ امید ہے کہ آنجناب اس درخواست کو توجہ سے نوازیں گے اور اس سلسلہ میں عملی پیش رفت فرماتے ہوئے، ہمیں بھی اس سے آگاہ فرمائیں گے۔ بے حد شکریہ!

دور جدید کی اعلیٰ فینسی ورائٹی کا مشہور مرکز

عمر فاروق ہارڈ وئیر پینٹس اینڈ مل سٹور

عمارتی و صنعتی سامان، ہارڈ ویئر، پینٹس، ٹولز، بلڈنگ میٹریل، گورنمنٹ کے منظور شدہ کنڈے، باٹ و پیمانہ جات

صدر بازار ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462483

کمال اتاترک کا ملحدانہ نظام مسلط کرنے کی کوششیں کی جارہی ہے

القاعدہ کے ارکان کے ساتھ کیوبا میں جو انسانیت سوز سلوک ہورہا ہے، وہ بدترین ظلم ہے

چودھری افضل حق ؒ کے ذکر کے بغیر برصغیر کی آزادی کی تحریک مکمل نہیں ہو سکتی

مفکرِ احرار چودھری افضل حق ؒ کی یاد میں تقریب سے سید عطاء المہیمن بخاری، نوابزادہ نصراللہ خان چودھری ثناء اللہ بھٹہ، قمرالحق بادشاہ، پروفیسر خالد شبیر احمد اور سید محمد کفیل بخاری کا خطاب

لاہور (۱۳ جنوری) تحریک آزادی کے ممتاز رہنما، صاحب طرز ادیب، مفکرِ احرار چودھری افضل حق مرحوم کی یاد میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام دفتر مرکزیہ لاہور میں قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری کی زیر صدارت منعقدہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان جمہوری پارٹی کے سربراہ نواب زادہ نصر اللہ خان نے کہا ہے کہ موجودہ حکومت پاکستان کو آمرانہ نظام کی طرف لے جارہی ہے۔ مدارس اسلامیہ مساجد اور دینی مراکز پر پابندیاں لگا کر مسلمانوں سے اسلامیت کا جذبہ ختم کرنے کی سازش ہے اور کمال اتاترک کا ملحدانہ نظام مسلط کرنے کی کوششیں کی جارہی ہے۔ نئے مدارس اور نئی مساجد کو حکومتی اجازت سے مشروط کرنا مداخلت فی الدین ہے، یہ ظلم تو برطانوی سامراج کے دور میں بھی نہ ہوا۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان سے طالبان کی حکومت ختم کر کے پاکستان کو نظریاتی اور جغرافیائی طور پر غیر محفوظ کردیا گیا ہے اور القاعدہ کے ارکان کے ساتھ کیوبا میں جو انسانیت سوز سلوک ہورہا ہے، وہ بدترین ظلم ہے۔ انہوں نے کہا کہ مشرف حکومت ایک طرف آمریت کی مظہر ہے جبکہ دوسری طرف امریکہ وانڈیا کو خوش کرنے کیلئے مذہبی قوتوں کو کرش کیا جارہا ہے۔ ان حالات میں مفکرِ احرار چودھری افضل حق ؒ کی پوری زندگی کا مجاہدانہ کردار ہمارے لئے روشنی کا مینار ہے۔ چودھری افضل حق ؒ کے ذکر کے بغیر برصغیر کی آزادی کی تحریک مکمل نہیں ہو سکتی۔ چودھری افضل حق ؒ نے ہندو ذہنیت کا قبل از وقت ادراک کرلیا تھا اور مسلمانوں کی بروقت رہنمائی کی۔ انہوں نے کہا کہ مسجد شہید گنج کا ملبہ احرار پر نہ گرایا جاتا تو پنجاب میں احرار کی حکومت قائم ہو جاتی۔ انہوں نے کہا کہ برصغیر سے انگریز سامراج کے انخلاء کے بعد پوری دنیا میں آزادی کی تحریکیں کامیاب ہوئیں۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ ہمارے فکر و سیاست کی بنیاد قرآن و سنت ہے اور قرآنی و اسلامی تعلیمات کے خلاف امریکہ اور عالمی اتحاد کی سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ یہ وقت لوگوں کو حوصلہ دینے کا ہے۔ چودھری ثناء اللہ بھٹہ نے کہا کہ طالبان کی حکومت ختم ہونے کے بعد افغانستان کی جو تصویر سامنے آئی ہے، وہ انتہائی بھیانک اور خطرناک ہے۔ مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل پروفیسر خالد شبیر احمد نے کہا کہ چودھری افضل حق ؒ نے اسلام کے معاشی نظریات پر جو نقطۂ نظر قائم کیا اور سرمایہ پرستانہ نظام کے خلاف جو جنگ لڑی وہ ہمارا قیمتی اثاثہ ہے وہ دولت کی منصفانہ تقسیم پر یقین رکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ معاشی انصاف کے بغیر معاشرے میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔ سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ اکابر احرار کا فکر ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہم حکومتی و ریاستی جبر و تشدد کا مقابلہ کرنے کی سکت پیدا کریں۔ چودھری افضل حق ؒ کے فرزند پروفیسر قمر

الحق بادشاہ نے کہا کہ چودھری افضل حقؒ کی یاد منانے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے بندوں کو لوگوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں لے آئیں۔ مجلس احرار اسلام نے برطانوی سامراج کے خلاف بھرپور جدوجہد کی تھی۔ چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ نے کہا کہ جنرل مشرف کے خوبصورت الفاظ میں مذہبی طبقات اور دینی مراکز کو پابندیوں میں جکڑنے کا ایجنڈا یقیناً ان کا اپنا نہیں بلکہ امریکہ اور عالمی اتحاد کا ہے۔ جعفر بلوچ نے چودھری افضل حقؒ کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔

مخلوط انتخاب پاکستان کے اسلامی ونظریاتی تشخص کا آئینہ دار ہے

پاکستان، ترکی ہے نہ جنرل مشرف اتاترک ہیں

بے دین این جی اوز اور قادیانیوں کیلئے میدان ہموار کیا جا رہا ہے

’’سیکولر مسلم پاکستان‘‘ کی اصطلاح قائداعظم پر بہتان اور نظریہ پاکستان کی نفی ہے۔

(عبداللطیف خالد چیمہ)

لاہور (۲۲ر جنوری) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم نشریات عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ مخلوط انتخاب پاکستان کے اسلامی ونظریاتی تشخص کی تباہی کا آئینہ دار ہے۔ بیرونی جارحیت روکنے اور ملک وقوم کی ترقی کا ایک ہی راستہ ہے کہ حکمران امریکہ کی بجائے اللہ پر بھروسہ کرنے والے بن جائیں۔ وہ دفتر احرار لاہور میں پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے۔ اس موقع پر مرکزی نائب ناظم میاں محمد اویس پاک وافغان دفاع کونسل پنجاب کے رابطہ سیکرٹری قاری محمد یوسف احرار اور ناظم لاہور ملک محمد یوسف بھی موجود تھے۔ خالد چیمہ نے کہا کہ پاکستان میں مذہبی جماعتوں، جہادی تنظیموں اور دینی مدارس کے خلاف موجودہ حکومت کی پابندیاں اور کریک ڈاؤن امریکی، بھارتی دباؤ کا نتیجہ ہے۔ جنرل مشرف جس ایجنڈے کے مطابق آئے تھے، وہ کھل کر اس پر عمل پیرا ہو رہے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ موجودہ حکومت کے اقدامات ملک کی نظریاتی اساس اور اسلامی تشخص کو تباہ کرنے کی شعوری کوشش اور دستور کو غیر مؤثر بنانے کی طویل دورانیے والی خطرناک سازش کا حصہ ہیں۔

دینی شعائر کا مذاق اڑانے اور مغربی کلچر وتہذیب کے نام پر جنسی انارکی پھیلانے والی این جی اوز کو سرکاری وسائل سے پرموٹ (Promote) کیا جا رہا ہے۔ امت کے متفق علیہ عقائد کو متنازعہ بنانے پر کام ہو رہا ہے۔ قانون توہین رسالت ﷺ اور امتناع قادیانیت ایکٹ کو عملاً ختم کر کے ترغیب دی جا رہی ہے کہ جس کا جی چاہے وہ رسالت مآب ﷺ کو گالی بکے۔ قادیانیوں کو ارتداد پھیلانے کی کھلے عام اجازت ہے وہ اسلام، ختم نبوت اور پاکستان کے خلاف زہر اگل رہے ہیں۔ قادیانی اپنے کفر کو اسلام کے نام پر پھیلا رہے ہیں۔ حساس اور کلیدی عہدے قادیانیوں کے سپرد کر دیئے گئے ہیں۔ چناب نگر سمیت پورے ملک میں اسلامی شعائر وعلامات کا بے دریغ استعمال کر کے قادیانی امت مسلمہ کا مذاق اڑا رہے ہیں اور قانون نافذ کرنے والے ادارے ان کو تحفظات فراہم کر رہے ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ اس قسم کے تمام اقدامات پاکستان کو اس کے مقصد قیام سے بہت دور ہٹا

دینے کیلئے کئے جارہے جارہے ہیں۔

جنرل مشرف اگر اتاترک کو اپنا آئیڈیل سمجھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ وہ یادرکھیں پاکستان نہ ترکی ہے، نہ وہ کمال اتاترک۔ یہاں کے عوام کی دینی غیرت اور قومیت حمیت کو ختم کرنے کیلئے وہ خود انتہائی اقدامات کر کے انتہاپسندی اور ریاستی جبر کے مرتکب ہورہے ہیں اور اگر قائداعظم ان کے آئیڈیل ہیں تو پھر قائداعظم کے نظریات کی خودساختہ تعبیر نہ کریں۔ قائداعظم نے ۱۳ر نوری ۱۹۴۸ء کو اسامیہ کالج پشاور میں فرمایا تھا کہ ''ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کیلئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم یک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے، جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں'' جنرل مشرف کا یہ کہنا کہ قائداعظم سیکولر مسلم پاکستان چاہتے تھے ان پر بہتان کے مترادف ہے۔

جنرل مشرف نے پاکستان کو بچانے کے خوبصورت نام پر جو کچھ کیا اور افغانستان میں جو کچھ ہوا جوں جوں تعصب کے بادل چھٹیں گے، حقیقت آشکار ہوتی چلی جائے گی، فرعون، نمرود کا کردار ادا کرنے والے ان کا انجام بد بھی یادرکھیں۔ جنرل مشرف قوم کو بتائیں کہ طالبان کی حکومت کے خاتمے کے بعد ان کے اپنے مؤقف کے مطابق امریکن فوجوں کی واپسی کیوں نہیں ہورہی اور ہمارے اڈے خالی کیوں نہیں کیے جارہے؟ ملکی سلامتی کے حوالے سے یہ سب سے اہم مسئلہ ہے۔

مجلس احرار اسلام نے طے کیا ہے کہ بغیر کسی اشتعال کے ہم اپنے اصولی مؤقف پوری طرح قائم ہیں اور سمجھتے ہیں کہ فرقہ وارانہ دہشت گردی اور قتل وغارت گری کے اصل اسباب وعوامل کو دور کرنے کی بجائے اس کی آڑ میں بغیر کسی تخصص کے مذہبی کارکنوں کو ہراساں کیا جارہا ہے۔ کئی مقامات پر مساجد اور مدارس کی بے حرمتی اور سیل کیا جارہا ہے، گرفتار ہونے والوں میں ایک تعداد ایسے کارکنوں کی ہے جن کا پابندی کی ذیل میں آنے والی تنظیموں سے کوئی تعلق نہیں۔ ۱۵ سال کے پرانے داخل دفتر مقدمات کو نکال کر گرفتاریاں کس بات کی عکاسی کرتی ہیں؟ لاؤڈ سپیکر پر پابندی کے نام پر مساجد کی بے حرمتی عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

ہم حکومت سے کہتے ہیں کہ وہ مذہبی قوتوں کو دبانے کے شوق اور امریکہ کی تابعداری میں اتنا آگے نہ چلی جائے کہ پیچھے کچھ باقی نہ رہے، مذہبی قوتوں نے پاکستان کی نظریاتی، جغرافیائی حدود کا ہمیشہ دفاع کیا ہے۔ ہم جہاد کی نفی کرنے والوں کی نفی کریں گے، ڈھاکہ میں ہتھیار ڈالنے کا اعلان مذہبی قوتوں نے نہیں کیا تھا۔ عیسائیت کی تبلیغ اور مسلمانوں کو مرتد بنانے والی این جی اوز جنرل مشرف کی ممدوح ٹھہر گئی ہیں اور ڈاکٹر سلطان بشیر الدین کو ان کی خدمات کا صلہ جنرل مشرف نے گرفتاری اور ''امہ تعمیر نو'' کو بین کر کے دیا ہے۔ ''الرشید ٹرسٹ'' کی افغانستان کے مظلوم ومفلوک الحال بے بس انسانوں کی خدمات کا صلہ اس لیے پابندی کی شکل میں ملا ہے کہ اس کا انتظام علماء کرام کے پاس ہے۔ اسامہ روسی استعمار کے خلاف نبرد آزما ہو تو ''مجاہد'' اور امریکی استعمار کے خلاف سینہ سپر ہو تو ''دہشت گرد''..... یہ قرین قیاس نہیں ہے۔ قبل از ۲۱ر جنوری کو عبداللطیف خالد چیمہ، میاں محمد اویس، قاری محمد یوسف احرار اور مولانا عبدالنعیم نعمانی نے منصورہ میں پاک افغان دفاع کونسل پنجاب کے اجلاس میں بھی شرکت کی۔

مسافرانِ آخرت

☆ معروف مذہبی سکالر پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی (ملتان) کی والدہ مرحومہ ۲۴ر جنوری بروز جمعرات انتقال کر گئیں۔

☆ معروف عالم دین مولانا قاضی عبدالکریم صاحب (کلاچی) ڈیرہ اسماعیل خان کی اہلیہ ۱۳ر شوال ۸۷ برس کی عمر انتقال کر گئیں۔

☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے بزرگ کارکن اور جناب محمد زبیر صاحب کے چچا حکیم حافظ محمد اکرم صاحب ۲۲ر جنوری بروز منگل انتقال فرما گئے۔

☆ قاری محمد امین صاحب مرحوم، (ملتان) کے فرزند اور قاری عبداللطیف (مدینہ منورہ) کے بھانجے قاری محمد طیب گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔

☆ ہمارے کرم فرما چودھری محمد اقبال (ملتان) کی اہلیہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں۔

☆ مجلس احرار اسلام میلسی کے کارکن محمد شکیل مجاہد کی دادی صاحبہ ۲۱ر جنوری، بروز سوموار انتقال کر گئیں۔

☆ ملتان میں ہمارے دیرینہ کرم فرما شیخ محمد شریف صاحب مرحوم کی بیوہ، محمد سجاد اور محمد عامر کی والدہ ماجدہ اور محمد یوسف باوا کی چچی صاحبہ ۲۵ر جنوری کو انتقال کر گئیں۔

☆ ہمارے مہربان محمد احسن خان کے والد ماجد محترم خدا بخش خان گزشتہ ماہ ملتان میں رحلت فرما گئے۔ مرحوم کی نماز جنازہ حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے دارِ بنی ہاشم میں پڑھائی۔

☆ مجلس احرار اسلام اوکاڑہ کے نائب امیر جناب خالد علی کی والدہ ماجدہ ۴ر جنوری کو انتقال فرما گئیں۔

☆ چیچہ وطنی میں ہمارے معاون شاہد نذیر، زاہد نذیر کے والد گرامی اور جناب محمد عباس نجمی اور محمد عاطف کے تایا چودھری نذیر احمد وینس ۵ر جنوری کو انتقال فرما گئے۔

☆ ساہیوال میں جناب عبدالمتین چودھری ایڈووکیٹ کے والد گرامی ۷ر جنوری کو انتقال فرما گئے۔

☆ ساہیوال میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے جناب محمد اسلم بھٹی کی والدہ ماجدہ ۸ر جنوری کو انتقال فرما گئیں۔

☆ جامع مسجد نور، مدرسہ معمورہ کوٹلہ تولے خان، ملتان کے مدرس حافظ رحیم بخش صاحب کے خالد زاد بھائی دین محمد مرحوم یکم جنوری ۲۰۰۲ء اور چچا مولانا محمد اسحاق مرحوم (خطیب جامع مسجد فاطمۃ الزہرؓ ملتان کینٹ) ۱۰ جنوری کو انتقال کر گئے۔

اراکین ادارہ تمام مرحومین کی مغفرت کیلئے دعا کرتے ہیں اور پسماندگان سے اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے ان کیلئے صبر کی دعا کرتے ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ ایصالِ ثواب اور دعاءِ مغفرت کا اہتمام فرمائیں (ادارہ)

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی۔ ملتان/ ۲۸ فروری ۲۰۰۲ء بروز جمعرات بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت، حضرت پیر جی

سید عطاء المہیمن بخاری

دامت برکاتہم

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

الداعی: سید محمد کفیل بخاری، ناظم، مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی۔ ملتان فون: 061-511961

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن کے سپئر پارٹس تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ ڈیرہ غازی خان فون: 0641-462501

بخاری اکیڈمی کے سٹاک میں آنے والی نئی مفید کتب

سیدنا امیر معاویہؓ (شخصیت و کردار)

قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام کی روشنی میں

حکیم محمود احمد ظفر (قیمت: ۳۰۰ روپے)

خطبات سیرت (مکمل تین جلد)

مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقیؒ کی سیرت النبیؐ پر تقاریر کا مجموعہ

(قیمت: ۵۲۰ روپے)

آزادی کی انقلابی تحریک

تحریک فوجی بھرتی بائیکاٹ ۴۲-۱۹۳۹ء

تحقیق: محمد عمر فاروق (قیمت: ۱۵۰ روپے)

احکام و مسائل

خطباتِ جمعہ، عیدین، نکاح، عقیقہ، نماز استسقاء اور قنوت نازلہ

جانشین امیر شریعت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

(قیمت: ۲۵۰ روپے)

واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر (انڈیا ایڈیشن)

(ایک نئے مطالعے کی روشنی میں)

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی، مقدمہ: مولانا محمد منظور نعمانیؒ

جامع [illegible] تحفۂ لاجواب

مطالب قرآن، سورتوں کی ترتیبِ نزول

مفتی محمد عبداللہ مسعود (قیمت: ۱۰۰ روپے)

سرگزشت مسکینؒ

ایک پاکباز، پیکر حریت اور بے باک شخصیت

غلام محمد خان نیازی (قیمت: ۱۵۰ روپے)

نا[illegible]ے باغی مسلمان

فرنگی استعمار سے بغاوت کرنے والی شخصیات کی داستان (قیمت: ۱۳۰ روپے)

ہندوستان میں ابن تیمیہ

مولانا آزادؒ کا سفر آخرت، مولانا کے بعد دہلی پر کیا بیتی؟

شورش کاشمیریؒ (قیمت: ۲۰۰ روپے)

فری میسنری (ایک اسلام دشمن یہودی تنظیم)

جناب بشیر احمد (قیمت: ۲۰۰ روپے)

مرزائیت نئے زاویوں سے

نبوت و رسالت، جھوٹ اور سچ کا فرق

مولانا محمد حنیف ندویؒ (قیمت: ۹۰ روپے)

جہادِ ختم نبوت کے جاں نثار

عشق رسولؐ کی درخشاں تاریخ، جذبوں اور ولولوں کا روشن باب

محمد طاہر عبدالرزاق (قیمت: ۹۰ روپے)

مولانا محمد علی جالندھریؒ (سوانح و افکار)

مقدمہ: مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ

تالیف: مولانا سعید الرحمٰن علویؒ (قیمت ۱۰۰ روپے)

اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

میں مسلمان کیسے ہوا؟

خالد محمود (سابق یوئیل کنڈن) (قیمت: ۱۲۰ روپے)

دیوان کمتر

توحید، رسالت اور شانِ صحابہؓ پر منظوم کلام

جناب خان محمد کمتر مرحوم (قیمت: ۹۰ روپے)

حیاتِ امیر شریعتؒ (جانباز مرزاؒ)

امیر شریعتؒ کی دینی و ملی خدمات کا حسین مرقع (قیمت: ۱۵۰ روپے)

بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی۔ ملتان فون ۵۱۱۹۶۱-۰۶۱

قرآنی تعلیمات کا مرکز ✿ قائم شدہ ۲۸ نومبر ۱۹۶۱ء

بیاد مجد دینی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ✿ بانی: ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ ملتان میں

4 درس گاہوں کی تعمیر کے لئے 5 لاکھ روپے کی
فوری ضرورت احباب خیر توجہ فرمائیں

نقد و سامانِ تعمیر عنایت فرما کر اللہ تعالیٰ سے اجر پائیں

بذریعہ بینک، چیک یا ڈرافٹ بنام مدرسہ معمورہ حبیب بینک حسین آگاہی ملتان

☆ الحمدللہ درجہ حفظ و ناظرہ تعلیم قرآن کریم، درجہ کتب درس نظامی اور شعبہ پرائمری میں اس وقت 150 طلباء زیر تعلیم ہیں ☆ 7۔ اساتذہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں ☆ 50 طلباء مدرسہ میں رہائش پذیر ہیں ☆ طالبات کیلئے جامعہ بستانِ عائشہ قائم ہے جس میں حفظ قرآن کریم اور دورہ حدیث تک تعلیم دی جاتی ہے ☆ مدرسہ معمورہ، مجلس احرار اسلام کے شعبہ تعلیم "وفاق المدارس الاحرار" سے ملحق ہے ☆ ملک کے مختلف شہروں میں 36 دینی مدارس وفاق المدارس الاحرار کے زیر انتظام چل رہے ہیں ☆ 15 مدارس کے اخراجات وفاق کے ذمہ ہیں۔ ☆ مدرسہ معمورہ اور جامعہ بستانِ عائشہ کا وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے الحاق ہے اور اسی کے نصاب کے مطابق تعلیم دی جارہی ہے۔

الداعی الی الخیر: ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری

مہتمم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: 061-511961

توحید وختمِ نبوت کے علم بردارو، ایک ہو جاؤ (سید ابوذر بخاریؒ)

چوبیس ۲۴ ویں سالانہ دوروزہ

شہداءِ ختمِ نبوت کانفرنس

7، 8، مارچ 2002ء
جمعرات، جمعہ

جامع مسجد احرار
چناب نگر (ضلع جھنگ)

زیرِ سرپرستی

قائد احرار
حضرۃ پیر جی

سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

(امیر مجلس احرارِ اسلام پاکستان)

- جس میں عظیم دینی و روحانی رہنما شرکت فرما رہے ہیں۔
- کارکن حسبِ سابق ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔
- تفصیلی اشتہار عنقریب شائع ہو رہا ہے۔

شعبہ نشر و اشاعت مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

رابطہ: چناب نگر 04524-211523 ملتان: 061-511961 لاہور: 042-5865465 چیچہ وطنی: 0445-482253-610953

Designed by: Al-Kitab Graphics Multan Ph:061-584604